عالم برزخ

تحریر

آیۃ اللہ سید عبدالحسین دستغیب شیرازی

عرض مترجم

اسلامی جمہوریۂ ایران سے جن کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہے ان میں سے بیشتر اپنی افادیت کے لحاظ سے پورا حق رکھتی ہیں کہ اُنکے تراجم حضرات مومنین اور افراد ملت کے سامنے پیش کیے جائیں۔ لیکن میرے لیے باعث حسرت ہے یہ بات کہ اپنی روز بروز گرتی ہوئی صحت بڑھتی ہوئی ضعیفی اور گھٹتی ہوئی بینائی کی وجہ سے اب کسی ضخیم کتاب کا ترجمہ ہاتھ میں لینے کی ہمت نہیں ہوتی۔ فی الحال شہید محراب۔ آیۃ اللہ سید عبدالحسین دستغیب کی ایک نسبتاً مختصر کتاب "برزخ" کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اگر توجہ کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا جائے تو ہم جیسے گنہگاروں کی دنیا اور دین دونوں کی اصلاح میں اس سے پوری مدد ملے گی۔ اور ہم اپنی مجرمانہ غفلتوں سے آلودہ زندگی کو بھیانک برزخی انجام سے بچا سکتے ہیں۔ اگر حیات مستعار اور صحت نے کچھ دنوں کا موقع اور دیا تو انشاء المستعان بعض دوسری کتابوں کے ترجمے بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔ ورنہ دعائے مغفرت کا امیدوار رہوں گا۔

والسلام
عاصی محمد باقر الباقری الجوراسی

HYDERI KUTUB KHANA
14/15, Mirza ... Street,
Imam Wada Road,

مقدمہ

عقیدۂ معاد آفرینش عالم کا ہمعصر

عقیدۂ معاد عقل کا ایک حتمی فیصلہ ہے اور اس کا اعتقاد آفرینش عالم کے ساتھ ساتھ چلتا رہا ہے۔ گذشتہ لوگوں کے حالات اور زمانۂ ماقبل تاریخ کے تذکروں میں ہم پڑھتے ہیں کہ بعض قبائل زندگی کے ضروری وسائل اس خیال سے مردے کے ساتھ دفن کر دیا کرتے تھے کہ آئندہ قیامت کے روز جب یہ مردہ زندہ ہو تو خاص خاص ضروریات زندگی اس کے پاس موجود ہوں۔

آسمانی مذاہب کا بنیادی رکن

عقیدۂ مبدء کے بعد آسمانی مذاہب کا دوسرا رکن عقیدۂ معاد رہا ہے، اس کا سبب معلوم ہے کہ پیغمبروں کی دعوت و تبلیغ کی بنیاد معنویت، اعتقاد الوہیت اور خلاصہ یہ کہ ثواب و عقاب اور خدا کی طرف بازگشت پر قائم ہے، کیوں کہ عقائد ہوں یا اخلاق یا احکام ہمیشہ مسئلے کا معنوی اور باطنی پہلو صاحبان شریعت کے پیش نظر رہا ہے۔ مقدس دین اسلام نے تمام ادیان میں کامل ترین ہونے کی بنا پر اس بارے میں بھی دور رس سفارشات کی ہیں اور اس قضیے کا معنوی رخ ایک وسیع عالم آخرت کے اعتبار سے پیش کرتا ہے۔

موت کو چھوٹی قیامت کا نام دیکر اُسی وقت سے ثواب و عقاب

کا دروازہ کھلا ہوا قرار دیتا ہے "اذا مات الرجل قامت قیامۃ"
نیز قرآن مجید خدا کی طرف بازگشت کو لقاء خدا یعنی موت ہی کے وقت سے یاد دلاتا ہے [۱]
اور موت کی خواہش کو اولیائے خدا کی نشانی بتاتا ہے۔ [۲]

موت اور برزخ کو قریب دیکھنے کی تاثیر

موت کے ساتھ ہی شروع ہونے والی عالم برزخ کی سزا و جزا اور پاداش عمل کو اپنے قریب دیکھنے کا اشخاص کے عقیدے، اخلاق اور عمل پر مثبت اثر پڑتا ہے۔ کچھ نادان لوگ روز قیامت کا عقیدہ رکھنے کے باوجود اپنے لاابالی پن کی جہت سے عذر تراشی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابھی قیامت تک کیا ہے؟ یعنی ہو سکتا ہے کہ قیامت ہزاروں سال کے بعد آئے لیکن جب برزخ کا سلسلہ موت کے وقت ہی سے شروع ہو جاتا ہے تو چند سال سے زیادہ نہیں گذرتے کہ انسان اپنے عقائد و اخلاق اور اعمال کا انجام دیکھ لیتا ہے۔ "اَشْهَدُ اَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ" لہٰذا اس امر کی طرف پوری توجہ رکھنا چاہیئے کہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کے برخلاف کسی فعل کا مرتکب نہ ہو، کیونکہ بہت جلد اس کا نتیجہ سامنے آنے والا ہے۔

---

[۱] من کان یرجوا لقاء اللہ فان اجل اللہ لآت۔
[۲] یا ایہا الذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاء اللہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صٰدقین۔ سورۂ جمعہ آیت ۶۔

برزخ کی یاد دہانی میں تہذیب نفس اور اصلاح کا انداز

شہید بزرگوار آیۃ اللہ سید عبد الحسین دستغیب جو امام امتؒ کے ارشاد کے مطابق معلم اخلاق، تہذیب نفس کے ماہر اور انسانوں کو راہِ حق دکھانے والے تھے۔ اصلاح نفوس، لوگوں کو غفلتوں سے ہوشیار کرنے اور انہیں گناہوں سے باز رکھنے کیلئے موت اور برزخ کی سزاؤں کی یاد دہانی کرانے کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ استفادہ فرماتے تھے۔ اور تفسیر یا عقائد یا اخلاق کی بحثوں میں مختلف مناسبتوں کے ساتھ عالم برزخ کی عظمت کا جس کی وسعت اس قدر ہے جیسی اس عالم دنیا کی رحم مادر کی تنگی کے مقابلے میں ذکر کرتے تھے۔ اور اس کے ثواب و عقاب کی عظمت و بزرگی کے اثرات کو سننے یا پڑھنے والوں کے دلوں میں بخوبی نقش کر دیتے تھے تاکہ انھیں حقیقی اور لازمی طور سے یقین ہو جائے کہ دنیا کی جلد ختم ہونے والی خوشی اور راحت، برزخ اور قیامت کے غیر معمولی رنج و مصیبت کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی بلکہ اس کے برعکس دنیا کے چند روزہ رنج اور زحمت کا تحمل واقعاً وزن اور قدر و قیمت رکھتا ہے کیونکہ اس کے پیچھے ایک طولانی راحت و آرام ہے وہ ان حقائق کو سمجھانے کیلئے سادہ دلنشین اور موثر بیانات کے ذریعے متعدد اخبار و آیات اور داستانوں سے فائدہ اٹھاتے تھے اور عالم برزخ کے بارے میں ان سچی حکایتوں اور حقیقی حالات و واقعات کو ثبوت و شہادت میں پیش کرتے تھے جو معتبر کتابوں میں درج ہیں اور افراد کے نفوس اور قلوب پر کماحقہ اثر انداز ہو سکتے ہیں۔

ڈرانے اور خوشخبری دینے کے چند نمونے

ڈرانے اور خوف دلانے کے موقع پر اُس مومن کی حکایت کا حوالہ دیتے تھے جو بغداد کے ایک یہودی کا کچھ قرضدار تھا اور اس کے نتیجے میں یہودی کی انگلی کی برزخی آگ نے اسے جلادیا تھا اور وہ مدتوں بستر بیماری پر پڑا رہا تھا یا اُس آگ کا جو ظالم کی قبر کو اسطرح جلا رہی تھی کہ سبھی نے یہ جان لیا کہ یہ مادی اور دنیادی آگ نہیں ہے ظالم کو ڈرانے کے لیے ذکر فرما رہے تھے۔ خوشخبری کے مقام پر اور اعمال خیر کا شوق پیدا کرنے کیلئے بھی ان اخبار واحادیث اور روایات سے استفادہ فرماتے تھے جن کا ایک نمونہ ہم حضرت پیغمبر خداؐ کی اس حدیث میں دیکھتے ہیں کہ "میں نے حضرت حمزہ اور حضرت جعفر طیار کو برزخی بہشت میں برزخی میووں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے دیکھا۔" اور وہ تین چیزیں جو تمام چیزوں سے زیادہ برزخ میں کام آتی ہیں۔ یعنی حضرت علی علیہ السلام کی محبت، محمدؐ و آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام پر صلوات بھیجنے، اور پانی پلانے کو بیان فرماتے تھے۔ اور ان شواہد کا ذکر کرنے کے بعد سننے یا پڑھنے والوں کو ان نیکیوں کیطرف دعوت دیتے اور رغبت دلاتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ ان بزرگوار کے آثار، اور زود اثر اور فصیح و بلیغ بیانات پر غور کرنے کے بعد شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو جس کے حالات میں انقلاب پیدا نہ ہو۔ یہ کتاب جو برزخ اور آخرت کے سلسلے میں ان شہید بزرگ کے ارشادات کا ایک انتخاب ہے جناب ثقۃ الاسلام آقائے حاج شیخ حسن صداقت کے توسط سے مرتب ہوئی ہے۔ اور جسطرح یہ ان بزرگوار کے زمانۂ حیات

میں نشر واشاعت کے کام میں ان کی پرخلوص اعانت کرتے تھے آنکی شہادت کے بعد اُس میں اضافہ ہوگیا ہے۔

خدا انھیں مزید توفیقات عطا فرمائے اور اس طرح کے آثار باقیہ کو ان کی نشر واشاعت میں ہاتھ بٹانے والوں کے لیے ذخیرۂ آخرت قرار دے، اور ان شہید وسعید اور ان کے محترم ہمراہوں کو مکرر غریق رحمت فرمائے۔

بعونہ و کرمہ

سید محمد ہاشم دستغیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقوق ادا نہ کرنے پر عذاب برزخ۔

معتبر کتاب "مصباح الحرمین" میں لکھا ہوا ہے کہ ایک نیک انسان شیخ عبدالطاہر خراسانی اپنی عمر کے آخری ایام میں اس ارادے سے مکّہ معظّمہ روانہ ہو گئے کہ وہیں رہیں گے اور وہیں مریں گے اسی زمانے میں ایک شخص جواہرات اور نقد رقم سے بھری ہوئی ایک تھیلی امانت رکھنے کیلئے کسی معتمد امین کی تلاش میں تھا۔

لوگوں نے شیخ کیطرف اس کی رہنمائی کی اور بتایا کہ مکّہ معظّمہ میں یہ بہت دیانت دار اور لائق اعتماد انسان ہیں چنانچہ اس نے اپنی امانت ان کے سپرد کر دی۔ چند روز کے بعد شیخ کا انتقال ہو گیا۔ اور امانت رکھنے والا جب اپنی امانت واپس لینے آیا تو یہ معلوم ہونے کے بعد کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ اُن کے وارثوں کے پاس پہونچا، لیکن ان لوگوں نے بتایا کہ ہم کو امانت کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے اس نے اپنا سر پیٹ لیا کہ اب وہ کیا کرے کیونکہ وہ بالکل مفلس ہو چکا ہے اور اس کے سامنے کوئی راستہ نہیں ہے۔ اُس نے سن رکھا تھا کہ مومنین کی مقدس روحیں وادی السلام میں رہتی ہیں اور وہ آزاد اور ایک دوسرے سے مانوس ہیں لہٰذا اس نے توسّل اختیار کرنے کی کوشش شروع کی اور دعا کی کہ بار الٰہا کوئی ایسی صورت پیدا کر دے کہ میں اس میّت کو دیکھ سکوں اور اس سے اپنے مال کا پتہ معلوم کر سکوں۔

اسی طرح ایک مدت گزرنے کے بعد بعض باخبر حضرات کے سامنے

صورت واقعہ پیش کی اور کہا یہ کیا بات ہے کہ میں ہر چند توسّل قائم کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن اُن سے ملاقات نہیں ہوتی؟۔ انھوں نے جواب دیا کہ شاید وہ اُن مقامات پر ہوں جو اشقیا اور گنہگاروں کے لیے مخصوص ہیں اور ممکن ہے کہ وہ یمن کی وادی برہوت میں ہوں۔ وہ ایک ہیبت ناک وادی ہے جس میں وحشت ناک مقامات ہیں، اور مکرر نقل ہوا ہے کہ اس سے دہشت انگیز آوازیں سنی جاتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مولائے کائنات حضرت امیرالمومنینؑ کے جوار میں وادی السلام جس قدر رحمت الٰہی کا محل ظہور اور پاکیزہ روحوں کا مسکن ہے اُسی قدر وادی البرہوت، اشقیاء اور ارواح خبیثہ کا مظہر اور قیام گاہ ہے[1]

وہ شخص وہاں کے لیے روانہ ہو گیا۔ اور روزہ، دعا اور توسلات میں مشغول ہوا۔ یہاں تک کہ ایک روز شیخ عبدالطاہر کا مشاہدہ کیا ان سے پوچھا کہ، آپ ہی شیخ عبدالطاہر ہیں؟ انھوں نے کہا کہ: ہاں، اور کیا تم وہی شخص نہیں ہو جو مکّے میں رہتا تھا؟ اس نے کہا کیوں نہیں؟

پھر پوچھا کہ میری امانت کہاں ہے، اور تمہارے سر پر ایسی مصیبت کیوں نازل ہوگی؟ انھوں نے جواب دیا کہ، تمہاری امانت میں نے ایک کوزے میں رکھ کے گھر کے فلاں حصے میں زیر زمین دفن کر دی تھی، اس کے بعد تم نہیں آئے تا کہ تمھارے سپرد کر دوں۔ یہاں تک کہ میں دنیا سے رخصت ہو گیا۔ جاؤ اور میرے وارثوں کو پتا بتا کے اپنی

---

[1] مولف شہیدؒ کی کتاب "معاد" میں وادی السلام اور وادی البرہوت میں روحوں کے برزخی مقام کے بارے میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے اس کتاب کے دوسرے حصے میں جو برزخ سے متعلق ہے اس کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

امانت اُن سے لے لو۔

وہ گناہ جو برزخ میں گرفتاری کے باعث ہیں

رہی یہ بات کہ میں بدبخت یہاں کس وجہ سے گرفتار ہوں، تو میرے تین گناہ اس بدبختی کے سبب بنے۔ (حقیقت یہ ہے کہ دوسروں کے حقوق مرغ کے پاؤں میں پتھر کے مانند ہیں جو اسے پرواز کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کربلائے معلّٰی اور مشہد مقدس کے سفر کرنے کے بعد یہ شخص مکۂ معظمہ کا مجاور ہو کر دنیا سے انتقال کرتا ہے، لیکن حقوق اس کو اسطرح سے مجبور بنا دیتے ہیں کہ مرنے کے بعد اُسے اہلبیت علیہم السلام کی خدمت میں نہیں پہونچنے دیتے۔ نہ وادی السلام نہ مکہ اور مدینہ، جسم جہاں بھی ہو روح گرفتار ہے اور اسے عالم ملکوت کی بلندیوں کی طرف بڑھنے نہیں دیتی)۔

شیخ کے قول کے مطابق تین حقوق

شیخ عبد الطاہر کی روح نے کہا۔ پہلا گناہ جو مجھے بتایا گیا یہ تھا کہ تم نے خراسان میں قطع رحم کیا اور مکے میں قیام کر لیا! قطع رحم حرام ہے، تم نے اپنی قوم اور اقربا، کی رعایت نہیں کی۔ کچھ لوگ جو اپنی اولاد یا والدین کے ضروری اخراجات کے کفیل نہیں ہوتے اور اُس کی پروا نہیں کرتے کہ یہ لوگ کسی پریشانی میں تو مبتلا نہیں ہیں، خود دوسرے شہر میں رہتے ہیں اور ان کے حالات کی خبر نہیں لیتے وہ یقیناً مجرم ہیں۔

دوسرا یہ کہ میں نے ایک دینار غیر شخص کو ادا کر دیا تھا۔ اس کتاب میں جو عبارت تحریر ہے شاید اس کا مطلب یہ ہے کہ انھیں ایک دینار کسی

مستحق تک پہنچانے کیلئے دیا گیا تھا لیکن انھوں نے مسامحہ کیا اور مستحق کو نہ دیکر ایک غیر مستحق کو دیدیا، اور حقدار کو محروم کرنا حرام ہے۔

عالم کی اہانت اور اس کی سخت عقوبت

اور تیسرا یہ کہ میرے مکان کے قریب ایک عالم رہتا تھا، میں نے اسکی اہانت کی تھی۔ عالم تمھارے اوپر حق رکھتا ہے، اور تمہارا دین اس سے وابستہ ہے وہ قوم اور معاشرے پر زندگی کا حق رکھتا ہے۔ اگر کسی عالم کی کوئی توہین ہو گئی تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا، "جو شخص کسی عالم کی اہانت کرے اُس نے میری اہانت کی"۔ اگر کچھ لوگ اس طرف متوجہ نہیں ہیں اور کسی عالم سے بے ادبی یا اس کی بے حرمتی کرتے ہیں تو انھوں نے اس کے حق کا کفران کیا ہے اور انھیں اس کی جوابدہی کرنا ہو گی، خداوندا! اگر تو ہمارے ساتھ اپنے عدل سے معاملہ کرے گا تو ہم کیا کریں گے؟[1]

پروردگارا! ہمارا خوف تیرے عدل سے ہے۔ یا الٰہی! ہمارے ساتھ اپنے فضل و کرم سے معاملہ کرنا کیوں کہ ہمارے اندر تیرے معاملۂ عدل کی طاقت نہیں ہے۔[2]

موت کے وقت ہمسایوں سے معافی چاہنا

مستحب ہے کہ جب کوئی شخص یہ محسوس کرے کہ اس کی موت قریب آگئی ہے

---

[1] ومن عدلک مهربی [2] جللت ان یخاف منک الّا العدل وان یرجی منک الّا الاحسان والفضل۔

تو اپنے ہمسایوں، ہمنشینوں اور ہمسفروں سے حقوق کی معافی طلب کرے یہ نہ کہو کہ میں نے ایسا اور ویسا احسان کیا ہے۔ کیونکہ تم نے اکثر مواقع پر حق ہمسائیگی کے خلاف عمل کیا ہے، بلند آواز سے خطاب کیا ہے، اور ہمسایوں کو پریشان کیا ہے۔ جو تمھیں اب یاد نہیں ہے۔ صحبت اور ہمنشینی کا حق بھی فراموش نہ کرو۔ ہمسفری کا حق بھی اسی روایت سے سمجھ میں آتا ہے

حضرت علی علیہ السّلام اور یہودی کی ہمسفری کا لحاظ

مروی ہے کہ مولا علی علیہ السّلام ایک سفر میں کوفے کی طرف تشریف لا رہے تھے اثنائے راہ میں ایک شخص حضرت کے ساتھ ہوگیا۔ اسی دوران حضرت نے اُس سے اُس کا نام، طور طریقہ، اور مذہب دریافت کیا تو اُس نے بتایا کہ میں کوفے کے قریب فلاں قریے کا رہنے والا ہوں اور میرا مذہب یہودی ہے، توحضرتؑ نے فرمایا، میں بھی کوفے کا باشندہ ہوں اور مسلمان ہوں۔ دونوں ساتھ ساتھ چلتے رہے اور یہودی باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ ایک دوراہے پر پہنچ گئے یہاں سے ایک راستہ کوفے کو اور ایک یہودی کے گاؤں کو جاتا تھا۔ یہودی کے ساتھ حضرتؑ بھی اس کے گاؤں کے راستے پر چلتے رہے۔ ایک بار یہودی متوجہ ہوا اور کہا کیا آپ کوفہ نہیں جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟۔ اس نے کہا کوفے کا راستہ دوسری طرف تھا، شاید آپ نے توجہ نہیں کی؟ آپ نے فرمایا، میں اسی مقام پر متوجہ تھا لیکن چونکہ میں تمہارا ہمسفری تھا لہٰذا چاہا کہ صحبت کی رعایت کروں اور چند قدم تمہاری مشایعت کروں۔

یہودی نے تعجب کے ساتھ پوچھا کہ یہ آپ کا ذاتی مسلک ہے یا

آپ کے دین کا طریقہ؟ اور اس طرح سے حقوق کا لحاظ کیا آپ کے مذہب سے تعلق رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا، یہی ہمارا مسلک اور ہمارا دین ہے۔ یہودی غور وفکر میں پڑ گیا کہ یہ کیسا دین ہے جو اس حد تک حقوق کی رعایت کرتا ہے؟ دوسرے روز کوفہ آیا تو دیکھا کہ مسجد کوفہ کے قریب وہی کل والا عرب موجود ہے اور لوگوں کا کثیر مجمع اُس کے چاروں طرف حلقہ کیے ہوئے اس کے اکرام واحترام میں مصروف ہے۔ اس نے پوچھا کہ یہ کون بزرگوار ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ خلیفۃ المسلمین اور امیرالمومنینؑ ہیں۔۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ بزرگ مسلمانوں کے رئیس اور سردار تھے جنھوں نے کل میرے ساتھ اس قدر تواضع اور انکسار کا سلوک کیا تھا، چنانچہ اُس نے حضرتؑ کے ہاتھوں اور پاؤں پر بوسے دیے اور مسلمان ہو کر آپ کے خاص شیعوں میں شامل ہوگیا۔

مظالم صراط میں اور جہنّم کے اوپر

اگر کوئی شخص ادائے حقوق کی ذمہ داری پوری نہ کرے اور اسی حالت میں دنیا سے اُٹھ جائے تو قیامت اور صراط میں مظالم کی عقوبت میں گرفتار ہوگا۔ مطلب کی وضاحت کے لیے مقدمے کے طور پر صراط کے بارے میں کچھ مطالب عرض کرتا ہوں۔ صراط کے لغوی معنی راستے کے ہیں لیکن اصطلاح اور جو کچھ شرع مقدس میں وارد ہوا ہے اور جس کا اعتماد ہر مسلمان پر واجب ہے اور جسے ضروریات دین میں شمار کیا جاتا ہے[1] اس کے مطابق اس سے جہنم کے اوپر ایک پُل مراد ہے۔

---

[1] وانّ الّذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ عن الصّراط لناکبون۔ سورۂ مومنون ۲۳، آیت ۷۴

صراط جہنّم کے اوپر ایک پُل

خاتم الانبیاء حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا، جب قیامت برپا ہوگی تو جہنم کو میدان حشر کیطرف کھینچ کے لایا جائے گا[1] اس کی ایک ہزار مہاریں ہوں گی اور ہر مہار ایک لاکھ غلاظ و شداد یعنی سخت و درشت فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوگی جس وقت اُسے کھینچیں گے تو جہنم سے ایک نعرہ بلند ہوگا جو تمام خلایق کو گھیرلے گا۔ سبھی لوگ (وانفسا و ربّ نفسی) کہیں گے یعنی خداوندا میری فریاد کو پہونچ۔ سوا حضرت خاتم الانبیاءؐ کے کہ آپ کہیں گے (ربّ اُمتی) یعنی خداوندا میری اُمّت کی فریاد کو پہونچ — درحقیقت پیغمبرؐ خدا ایسے پدر مہربان ہیں جنھیں خدا نے پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے اور جو اپنی امت کی نجات کے لیے کوشاں ہیں۔

اب ہم روایت کا آخری حصہ پیش کرتے ہیں کہ جب جہنّم کو لایا جائیگا تو اس کے اوپر ایک پُل قائم کیا جائے گا۔ اور جنت تک پہنچنے کے لیے سب کو اس پر سے گزرنا ہوگا۔

تین ہزار سال صراط کے اوپر

یہ صحیح ہے کہ بہشت کا راستہ صراط ہے لیکن ایک عجیب و غریب راستہ ہے حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے مروی ہے کہ، صراط تین ہزار سال کی راہ ہے ایک ہزار سال بلندی کی طرف جانے کیلئے، ایک ہزار سال نشیب کیطرف اترنے کیلئے اور ایک ہزار سال سنگلاخ راستے کے لیے درکار ہوں گے جس میں

---

[1] وجیٓ یومئذٍ بجہنّم سورۂ فجر ۸۹ آیت ۲۳

بچھو اور دوسرے جانور بھی ہوں گے۔ البتہ صراط سے گذرنے کا انداز یکساں نہ ہوگا۔ ہر شخص اپنے عقایٔد اور اعمال صالحہ کے نور کی مقدار کے مطابق اس پر سے گذرے گا۔

صراط میں عقاید اور اعمال کا نور۔

صراط میں کوئی خاص نور نہیں ہے بلکہ وہ تاریک ہے اور وہاں کوئی آفتاب یا ماہتاب کام نہیں کر رہا ہے سوا جمال محمدؐ ہی کے۔ قیامت کے روز صرف نور محمدؐ و آل محمدؐ یعنی ان کا نور ولایت ہی مدد کرے گا۔ ہر شخص کا نور ولایت خود اُس کے ہمراہ ہوگا۔ نماز، روزہ، تلاوت قرآن، ذکر خدا، اور اخلاص کا نور ہر طرف سے روشنی پھیلائے گا۔ اور سامنے اور دونوں پہلوؤں کے اطراف کو روشن و منوّر کردیگا۔[1] لیکن اسی حد تک جس مقدار میں یہاں نور حاصل کیا ہوگا۔ ایک شخص کا نور وہاں تک ہوگا جہاں تک نظر کام کرتی ہے۔ دوسرے کا ایک فرسخ اور تیسرے کا صرف اتنا کہ اپنے قدموں کے پاس دیکھ سکے۔

مروی ہے کہ ایک شخص کا نور تو اتنا کم ہوگا کہ صرف اس کا انگوٹھا روشنی دے گا اور وہ صراط پر سے گرتا پڑتا ہوا گذرے گا۔

یہ طویل راستہ بغیر نور کے کیوں کر طے ہوگا۔

یہ درست ہے کہ وضو و غسل اور عبادت کا نور بھی ہے جو تمام اعضا و جوارح

---

[1] یوم تری المؤمنین والمؤمنات یسعٰی نورھم بین ایدیھم وبایمانھم سورۂ حدید ۵۷۔ آیت۔ ۱۲

مجھے نیچے کیطرف کھینچا۔ کوئی چیز ایسی نظر نہیں آ رہی تھی جس کا سہارا لے سکتا۔ جتنا بھی اِدھر اُدھر ہاتھ مار رہا تھا نہ کوئی جائے پناہ ملتی تھی نہ کوئی فریادرس تھا۔ ناگاہ میرے دل میں گذرا کہ کیا حضرت علی علیہ السّلام فریادرس نہیں ہیں؟ حضرتؑ سے وابستگی نے اپنا کام کیا اور میں نے کہا یا علی! جیسے ہی یہ جملہ میرے دل اور زبان پر جاری ہوا حضرت علی علیہ السّلام کے نور کو اپنے بالائے سر محسوس کیا۔ سر اٹھا کر دیکھا تو آپ پل صراط کے اوپر استادہ نظر آئے۔ مجھ سے فرمایا کہ اپنا ہاتھ مجھے دو۔ میں نے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے بھی ہاتھ بڑھایا اور آگ ایک کنارے ہٹ گئی۔ حضرت کا دست کرم آیا اور اُس نے مجھے آگ کی کشش سے نجات دیکر اوپر نکال لیا، اور میری رانوں پر ہاتھ پھیرا۔ میں اسی دہشت کے عالم میں بیدار ہوا تو میرا سارا جسم جل رہا تھا سوا اُس مقام کے جہاں حضرت نے ہاتھ رکھا تھا۔

انھوں نے تولیے کو الگ کیا تو ان کی ران کے کچھ حصّے تو سالم تھے لیکن بقیہ سارا جسم جلا ہوا تھا۔ انھوں نے تین مہینے مسلسل علاج کیا تب کسی طرح صحتیاب ہوئے۔ جب ان سے کسی مجلس میں اس کے متعلق دریافت کیا جاتا تھا اور وہ اس واقعے کی تفصیل بیان کرتے تھے تو ہول کی وجہ سے انھیں بخار آجاتا تھا۔

کون ساری زندگی صراط مستقیم پر رہے؟

بحار الانوار جلد سوّم میں مروی ہے کہ اولین و آخرین میں سے کوئی شخص بغیر مشقت کے صراط سے نہیں گزرے گا سوا خاتم الانبیاء حضرت محمدؐ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے اہلبیتؑ کے۔ آنحضرتؐ نے خود فرمایا

ہے کہ یا علیؑ کوئی شخص صراط سے بغیر زحمت کے نہیں گزریگا سوا میرے اور تمھارے اور تمھارے فرزندوں کے یہی چودہ۱۴ پاک و پاکیزہ نور ہیں جو بغیر کسی لغزش کے گذر جائیں گے اور بقیہ خلائق میں سے کوئی شخص گرنے سے نہیں بچے گا۔ کون ہے جو تکلیف شرعی کی ابتدا سے اپنی عمر کے آخری لمحات تک دیانت کی صراط مستقیم پر قائم رہا ہو؟ کون ہے جس کے اوپر کوئی ایسا دن گزرا ہو جس میں اس سے لغزش نہ ہوئی ہو؟ کون ہے جو بندگی کے طور و طریق سے ایک لحظے کیلئے بھی منحرف نہ ہوا ہو اور اس سے دور نہ رہا ہو؟

تشخیص بال سے زیادہ باریک اور عمل تلوار سے زیادہ تیز

کتنے زیادہ دن ایسے ہیں جو صبح سے شام تک انحراف اور خدا کی نافرمانی میں گذرتے ہیں۔ یہ خدا کی اطاعت و بندگی کے خط مستقیم پر نہیں بلکہ مکمل طور سے ہوا و ہوس کی راہ پر ہوتے ہیں اور انسان اپنے مقصد حیات سے ہزاروں فرسخ دور چلا جاتا ہے۔ در حالیکہ خود اس کو توجہ نہیں ہوتی۔ وہ درمیانی منزل جو شرع اور اس پر عمل کا راستہ ہے درحقیقت اس کی تشخیص کرنا بال سے بھی زیادہ باریک ہے اور اس پر عمل کرنا تلوار سے زیادہ تیز دھار والا ہے

ہر شخص کو جہنم سے صدمہ پہنچے گا

خلاصہ یہ کہ سبھی لوگ جہنّم سے گزریں گے اور ہر شخص اس سے کسی نہ کسی صورت میں زحمت سے دوچار ہوگا۔ پُل صراط سے عبور کے وقت ہول جہنّم، آگ کے شعلے، دل کی طپش، اور انتہائی خوف و ہراس کا سامنا ہوگا۔ دوزخ سے ایسی آگ بلند ہوگی جو سبھی کو گھیر لے گی اور پیغمبروں کو بھی لرزہ براندام کر دے گی۔ ہم نہیں جانتے کہ ہمارے

اوپر کیا گزرے گی۔ ہر شخص گھٹنوں کے بل سرنگو ہو جائے گا[1]
ہر شخص "ربِّ نفسی" کی صدا بلند کرے گا۔ یعنی خداوندا میری فریاد کو پہنچ اور آخر کار نجات پرہیزگار کے لیے ہے[2]۔ دوسرے الفاظ میں اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ صراط سے فرار اور نجات حاصل کرے گا تو یہ محال ہے صراط بہشت کا راستہ ہے جس کے نیچے جہنم ہے۔ اس پر سے وہی شخص گزر سکتا ہے جو اس دنیا میں مظالم سے مبرّا اور محفوظ رہا ہو۔

آخرت کے مطالب تصوّر کے قابل نہیں

یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ عالم آخرت کے حالات کسی وقت بھی اس دنیا والوں کی عقل و دماغ میں نہیں آسکتے اور یہ امر محالات میں سے ہے انسان جب تک دنیا میں ہے جہنّم اور بہشت کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہے لفظوں کے اشتراک سے اتنا ہوتا ہے کہ معانی اور مطالب کی ایک صورت کا تصوّر کر لیتا ہے۔ درحالیکہ حقیقت مطلب اس سے کہیں بالاتر ہے۔ مثلاً جب کہا جاتا ہے آتش جہنّم تو نام اور لفظ کے اشتراک کی وجہ سے انسان اُس آگ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جو لکڑی سے پیدا ہوتی ہے۔ جب کہا جاتا ہے جہنّم کے سانپ اور اژدہے تو اسی دنیا کے گزندوں کی مثال ذہن میں آتی ہے چونکہ انھیں پہلے سے محسوس کر چکا ہے لہٰذا انھیں کا تصوّر کرتا ہے

---

[1] وترىٰ كل امة جاثية سورهٔ جاثیہ آیت ۲۵
[2] ثم ننجي الذين اتقوا۔ سورهٔ مریم آیت ۷۲

آتش جہنّم مؤمن کی دعا پر آمین کہتی ہے

دنیا کی آگ حس اور شعور نہیں رکھتی لیکن دوزخ دیکھنے اور سننے کی صلاحیت رکھتی ہے، یہاں تک کہ بات بھی کر سکتی ہے۔ مروی ہے کہ جس وقت کوئی بندہ کہتا ہے "اعتقني من النار" یعنی خدایا مجھے آتش جہنّم سے آزاد فرما تو جہنّم آمین کہتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جو شخص دوزخ کے شر سے خدا کی پناہ چاہتا ہے اور اس کے لیے دعا کرتا ہے تو خود جہنّم اُس کے لیے آمین کہتا ہے۔ اسی طرح جس طرح کوئی شخص بہشت کے لیے دعا کرے تو خود بہشت بھی اس کے لیے آمین کہتی ہے۔ اسی صورت سے حور العین کے بارے میں بھی ہے کہ جس وقت کوئی مومن دعا کرتا ہے "وزوجني من الحور العين" یعنی خدایا میرے ساتھ حور کی ترویج فرما، تو خود حور العین بھی آمین کہتی ہے۔

جہنّم کہتا ہے، ابھی میرے پاس جگہ ہے

جہنّم کی آگ جب دور سے گنہگاروں کو دیکھتی ہے تو پیچ و تاب کھاتی ہے، غیظ میں آتی ہے اور نعرہ مارتی ہے[1] دوزخ کی آگ قابل خطاب ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ جس روز ہم جہنم سے کہیں گے کہ آیا تو بھر گئی ہے؟ تو کہے گی، کیا اس سے زیادہ اور بھی ہے؟[2]

---

[1] اذا رأتهم من مكان بعيد سمعوا لها تغيظا وزفيرا سورهٔ فرقان آیت ۱۲
[2] يوم نقول لجهنم هل امتلأت وتقول هل من مزيد۔ سورهٔ ق آیت ۳۰

کیا ابھی کوئی مجرم باقی ہے؟ بعض مفسرین نے اس مقام پر جہنم کے نگہبانوں کو مراد لیا ہے اور یہ سمجھے ہیں کہ خدا کا خطاب ان فرشتوں سے ہوگا جو جہنم پر مامور ہیں۔ لیکن یہ ظاہر آیت کے خلاف ہے کیونکہ دوسری آیتوں سے بھی دوزخ کے شعور و ادراک کا اندازہ ہوتا ہے جیسا کہ اس سے قبل بیان ہو چکا اگر کوئی جاہل یہ خیال کرتا ہے کہ آتش جہنم صرف کفار اور دشمنان اہلبیتؑ کیلئے ہے، دوسروں کو اس سے کوئی واسطہ نہیں، اور یہ مومنین کے لیے نہیں ہے تو اُسے جان لینا چاہیے کہ اولاً یہی کب ضروری ہے کہ ہر شخص با ایمان دنیا سے اٹھے؟ کیا تمہیں اس کا خوف نہیں ہے کہ شیطان تمہارے ایمان کو غارت کر دے؟ دوسرے اگر فرض کر لیا جائے کہ تمہیں ایمان ہی کے او پر موت آئی تو کیا تم یہ نہیں جانتے کہ جہنم کے سات طبقے ہیں؟ یہ تو مسلمات میں سے ہے اور نص قرآنی سے ثابت ہے[1]

پہلا طبقہ جس کا عذاب دوسرے طبقات سے کم ہے اُن گنہگاروں کیلئے ہے جو برزخ میں گناہوں سے پاک نہیں ہوئے اور ان کا عذاب قیامت پر اٹھا رکھا گیا۔

دوزخ میں عذاب کے درجے مختلف ہیں

حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے بعض لوگ پنڈلیوں تک، بعض رانوں تک، بعض کمر تک، ایک گروہ اپنی گردنوں تک، اور کچھ لوگ اپنے سارے

[1] وان جهنم لموعدهم اجمعين لها سبعة ابواب۔ سورۂ حجر آیت ۴۴

جسم کے ساتھ آگ میں غرق ہوں گے[1]

اسی طرح فرمایا کہ جہنمی افراد میں سے جس شخص کا عذاب کم سے کم ہوگا اُس کے پاؤں میں آگ کے ایسے جوتے پہنائے جائیں گے کہ اُن کے اثر سے اُس کا دماغ کھولنے لگے گا۔

ہم بہت دور ہیں منزل نجات سے۔ ہمارے ایمان کے آثار کہاں ہیں؟ ہمارا خوف و رجاء کہاں ہے؟

تین ہزار سال تک پھونکنے کے بعد آتش دوزخ کا رنگ

باوجود یہ کہ خداوند عالم نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مغفرت کا صریحی وعدہ فرمایا ہے[2]۔ اور خود آنحضرتؐ بھی رحمت و مغفرت کے مظہر ہیں لیکن اس کے بعد بھی آپ کی کیا حالت تھی اور آپ کے دل میں جہنم کا کتنا خوف تھا؟ ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، آقا! میرے دل میں قساوت پیدا ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک روز جبرئیل امین حضرت خاتم الانبیاءؐ کے پاس نازل ہوئے، وہ ہمیشہ بشاش اور متبسم رہتے تھے لیکن اس روز افسردہ اور محزون و دلگرفتہ تھے اور غم و اندوہ کے آثار اُن کے چہرے سے ظاہر تھے۔ حضرت رسولؐ خدا نے اُن سے فرمایا، یہ تم آج رنجیدہ اور غمگین کیوں نظر آرہے ہو؟ انھوں نے عرض کیا، یا رسولؐ اللہ جہنم کو پھونکنے اور دھونکنے کا سلسلہ آج تمام ہوا۔

[1] بحار الانوار جلد سوم [2] ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر۔ سورہ فتح آیت ۲

آنحضرتؐ نے فرمایا، یہ پھونکنے کا کیا معاملہ ہے؟ تو جبرئیل امین نے عرض کیا، کہ پروردگار کے حکم سے جہنم کو ایک ہزار سال تک پھونکا گیا یہاں تک کہ اس کا رنگ سفید ہوگیا پھر ایک ہزار سال تک پھونکا گیا اور وہ سرخ ہوگیا، اس کے بعد مزید ایک ہزار سال تک پھونکا گیا اور اس کی آگ سیاہ ہوگئی، جو فرشتے اس کام پر معمور تھے وہ اب فارغ ہوئے ہیں۔ میں اسی آگ کے ہول سے غمگین ہوں، پیغمبرؐ خدا رونے لگے تو ایک فرشتہ نازل ہوا۔ اور عرض کیا کہ خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ آپ کو ہر اس گناہ سے محفوظ رکھے گا جو آتش جہنم کا موجب ہو۔

زقوم حنظل سے بھی زیادہ تلخ

قرآن مجید میں خداوند عالم نے بار بار خبر دی ہے کہ دوزخ میں گنہگاروں کی خوراک زقوم ہوگی[1]۔ یہ ایک ایسا درخت ہے جس کا پھل حنظل سے بھی زیادہ کڑوا ہوتا ہے۔ اتنا تلخ کہ اس کا صرف ایک ذرہ اس سارے عالم پر تقسیم کیا گیا۔ مردار کی لاش سے بھی زیادہ گندہ اور بدبودار ہوتا ہے اس کی ظاہری شکل بھی بہت ہی وحشت انگیز اور مہیب ہے جس وقت گلے سے نیچے اترتا ہے تو جوش مارتا ہے لیکن بھوک کی تکلیف اس قدر شدید ہوتی ہے کہ جہنمی اسے کھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ بڑا فشار اور تکلیف ہے کہ جسے رفع کرنے کے لیے زقوم کھانا ہے

---

[1] انّ شجرۃ الزقوم طعام الاثیم کالمھل یغلی فی البطون سورہ حم دخان آیت ۴۳۔

دوزخ کی دوسری غذاؤں میں سے غسلین اور ضریع بھی ہیں[1]

کھولتا ہوا پانی جو چہرے کے گوشت کو گلا دیتا ہے

دوزخ کی پینے والی چیزوں کی جانب بھی اشارہ کردوں۔ منجملہ ان کے صدید ہے جس کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ زناکار عورتوں کی گندگی ہے جو بہت ہی گرم، کھولتی ہوئی، انتہائی بدبودار اور متعفن ہے۔ یہ ایک سیلاب کی طرح بہہ رہی ہوگی۔ اور دوزخیوں پر اس قدر پیاس غالب ہوگی کہ اسی میں سے پئیں گے اور فریاد کریں گے کہ ہم کو پلاؤ[2] اسی طرح پینے والی چیزوں میں سے حمیم ہے جو اس قدر گرم ہے کہ جب اس کا جام پلانے کے لیے لائیں گے تو وہ ابھی منہ میں داخل نہ ہوگا کہ اس کی گرمی کی شدت سے چہرے کا تمام گوشت گر جائے گا۔

مومنین یقین کرتے ہیں

کفار جب سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ سب رستم و اسفندیار کی داستانوں کے مانند افسانے ہیں[3] لیکن ایسا نہیں ہے، قرآن حق ہے، قیامت اور بہشت و دوزخ حق ہیں[4] مومنین جس وقت سنتے ہیں تو یقین

---

[1] مزید تشریح کے لیے کتاب "معاد" حصہ پنجم ملاحظہ ہو۔

[2] وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ بئس الشراب وساءت مرتفقا۔ سورہ کہف آیت ۲۹۔

[3] انّ ھذا الا اساطیر الاوّلین سورۂ انعام آیت ۲۵۔

[4] الحاقّۃ ما الحاقّۃ۔ سورہ الحاقہ آیت ۱۔

کرتے ہیں۔ جس وقت ان کے سامنے قرآن مجید کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے [۱]۔ خبر حق ہر حق و صداقت سے زیادہ مسلّم ہے کیونکہ یہ خدا کی دی ہوئی ہے۔

دوزخیوں کا لباس آگ کا ہوگا

"سرابیلھم من قطران" قرآن مجید میں متعدد مقامات پر خبر دی گئی ہے کہ دوزخی آگ کا لباس پہنیں گے [۲]۔ اور جس طرح جیل خانوں میں قیدیوں کو ایک مخصوص لباس پہنایا جاتا ہے جہنمیوں کو بھی جہنم کا مخصوص لباس پہنایا جائے گا جو آگ کا ہوگا۔ دوزخ کے خصوصیات اور اس کے عذاب کی کیفیت بھی سننے کی ضرورت ہے ستّر ہاتھ کی زنجیر جہنمی کی گردن میں ڈالی جائے گی اور اس کے بعد اسے آگ میں گھسیٹا جائے گا [۳]۔

خوف آتش سے حضرت علی علیہ السّلام کے نالے

یہ حضرت علی علیہ السّلام تھے جو شب کے درمیان غش کر جاتے تھے اور ایسے عذابوں سے خدا کی امان چاہتے تھے۔ آپ اپنی مناجاتوں میں عرض کرتے ہیں، "الٰھی اسئلک الامان یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم" یعنی خدایا میں روز قیامت کے لیے

---

[۱] انّما المؤمنون الّذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم اٰیاتہ زادتھم ایمانا وعلٰی ربّھم یتوکلون سورۂ انفال آیت ۲۔ [۲] قطّعت لھم ثیاب من نار۔ سورۂ حج آیت ۱۹۔ [۳] ثمّ فی سلسلۃ ذرعھا سبعون ذراعا فاسلکوہ سورہ حاقہ آیت ۳۲۔

تجھ سے امن و امان طلب کرتا ہوں، جس روز مال و اولاد کوئی فائدہ نہ پہونچائیں گے سوا اس شخص کے جو سالم دل کے ساتھ آئے۔

عذاب جہنم کے چند نمونے

جہنمی زنجیروں کا ایک حلقہ بھی اگر اس دنیا میں لایا جائے تو سارے عالم کو جلا دے۔ عذاب کے شعبوں میں سے جہنم کے نگہبان ہیں جو بہت تند خو، کج خلق، مہیب، اور وحشت ناک ہیں جس وقت دوزخی آتش جہنم سے باہر آنے کی کوشش کریں گے تو پھر اسی میں پلٹا دیئے جائیں گے [۱]۔

مروی ہے کہ دوزخی ستّر سال تک اس میں دھنستے چلے جائیں گے اس کے بعد اوپر آنے کیلئے ہاتھ پاؤں ماریں گے۔ اور جب اوپر پہنچنے کے قریب ہوں گے تو دوزخ کے مامورین اور پہرے دار اپنے آہنی گرز (جن کو مقمعہ کہتے ہیں اور اس کی جمع مقامع ہے [۲]) ان کے سروں پر مار کے پھر اسی میں واپس کر دیں گے۔

دوزخیوں کے سروں پر جہنم کے گرز

یہ کوئی ضعیف روایت نہیں بلکہ قرآن مجید کی صریحی خبر ہے کہ جو سرا پنی زندگی میں خدا کے سامنے نہ جھکے اور سرکشی کرے درحقیقت وہی جہنمی گرزوں کا سزاوار ہے جو اس کے اوپر مارے جائیں گے۔

---

[۱] کلّما ارادوا ان یخرجوا منھا من غمّ اعیدوا فیھا سورہ حج آیت ۲۲
[۲] ولھم مقامع من حدید۔ سورۂ حج آیت ۲۱

حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جبرئیل امین نے آنحضرتؐ کو خبر دی سر اگران میں کا ایک گرز اس عالم کے پہاڑوں پر مارا جائے تو زمین کے ساتوں طبق تک ریزہ ریزہ کر دے۔

اہل سلم جہنم میں نہیں جائیں گے

دراصل ایک سرکش آدمی ہی ایسی عقوبتوں کا سزاوار ہے۔ جہنم سرکشوں کا مقام ہے ورنہ اگر کوئی شخص صاحب سلم ہے اور اس نے خدا کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے تو اس کو جہنم سے کیا واسطہ؟ البتہ جو لوگ سرکش اور نافرمان ہیں اور قرآنی تعبیر کے مطابق "عتل" (یعنی بدخو اور ظالم وغیرہ) ہیں[1] تو قیامت میں ان کے بدن بھی انکے نفسوں کے مانند سخت، ضخیم اور درشت ہو جائیں گے۔ جہنمیوں کے جسم ان کے دلوں کی طرح سخت ہوں گے۔ کیونکہ دنیا میں انکے دل پتھر سے زیادہ سخت تھے[2]۔ چونکہ قیامت میں ان کے بدن بھی اُن کے دلوں کے مانند ہو جائیں گے لہٰذا کوئی شخص یہ ایراد و اعتراض نہ کرے کہ ان کے کمزور جسم کے لیے اتنے سخت عذاب کیونکر ممکن ہیں؟

اُن کے دلوں کی طرح اُن کے سخت اجسام

کتاب کفایت الموحدین میں مذکور ہے کہ اہل عذاب کی ستّر

---

[1] عتل بعد ذالک زنیم۔ سورۂ قلم آیت ۱۳ [2]۔ قلوبھم کالحجارۃ او اشد قسوۃ سورہ بقرہ آیت ۷۴

جلدیں ہوں گی اور ہر جلد کی ضخامت چالیس ہاتھ ہوگی۔ جو سرکش نفس دنیا میں قرآنی آیت کا اثر قبول نہیں کرتا تھا قیامت میں اس کا جسم بھی اسی طرح سخت ہو جائے گا۔ اور روایت میں ایک دوسری تعبیر بھی بیان کی گئی ہے کہ اس کے دانت کوہِ اُحد کے برابر ہو جائیں گے۔ وہی سخت نفس اور دل اُس کے بدن میں ظاہر ہوگا جو قرآن سے متاثر نہیں ہوتا تھا درحالیکہ پانی پتھر کو متاثر اور شگافتہ کر دیتا ہے[1]۔ وہ کہتا ہے کہ موت ہے، قیامت ہے لیکن اس کی کوئی پروا نہیں کرتا۔ اس کی صلابت اور سنگدلی اس حد تک پہونچ جاتی ہے کہ امام حسین علیہ السّلام یہ فرماتے ہیں کہ تم اس شیرخوار بچے کو لیکر خود ہی پانی پلا دو لیکن وہ یزید کے انعام و اکرام کو ترجیح دیتا ہے۔

آخرت میں باطن کا غلبہ ظاہری صورت پر

آخرت میں صورت کے اوپر اندرونی کیفیت کا غلبہ ہوتا ہے یعنی ظاہری حیثیت باطنی حقیقت کے مطابق ہوتی ہے اور جو کچھ دل میں ہے بدن بھی اسی کا نمونہ بن جاتا ہے جس سے قلبی حالت ظاہر ہو جاتی ہے[2]

جو دل اتنے رقیق اور نازک ہیں کہ ان عذابوں کا بیان سننے کی طاقت نہیں رکھتے ان کے جسم بھی پھول کی طرح لطیف ہو جاتے ہیں چنانچہ بہشتی لوگ بھی ایسے ہی ہیں۔ وہ یہ بات سننے کی تاب نہیں رکھتے

---

[1] وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانھار وان منھا لما یشقق فیخرج منہ الماء وان منھا لما یھبط من خشیۃ اللہ۔ سورہ بقرہ آیت ۷۴

[2] یوم تبلی السرائر۔ سورہ طارق آیت ۹

کہ امام حسین علیہ السّلام کے شیر خوار بچّے کا نازک گلا سہ شعبہ تیر کا نشانہ بنایا گیا۔

بہشت اور جہنّم اگر موجود ہیں تو کہاں ہیں؟

سوال کیا جاتا ہے کہ آیا بہشت اور جہنّم اس وقت بھی موجود ہیں؟ اور اگر ہیں تو کہاں ہیں؟۔ یہ سوال روایتوں کے اندر بھی پایا جاتا ہے اور امام علیہ السّلام نے اس کا جواب بھی دیا ہے کہ، ہاں بہشت اور جہنّم آج بھی موجود ہیں۔ رہی یہ بات کہ یہ دونوں مقام کہاں ہیں؟ تو روایت کے مطابق آپ نے اسطرح تعبیر فرمائی ہے کہ بہشت ساتویں آسمان کے اوپر اور جہنم زمین کے نیچے ہے۔ بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "والبحر المسجور" (یعنی قسم ہے کھولتے ہوئے سمندر کی) اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ یعنی زمین کی اندرونی آگ باہر آجائے گی۔ بہشت و جہنّم کی موجودگی پر جو شواہد دلالت کرتے ہیں انھیں سے وہ روایات و اخبار بھی ہیں جو معراج کے بارے میں وارد ہیں۔

آپ نے اکثر سنا ہوگا کہ حضرت رسولِ خدا نے فرمایا، میں شب معراج جنّت میں پہونچا اور جبرئیل نے مجھے بہشتی سیب دیا جسے میں نے کھالیا اور وہی فاطمہ زہراؑ کا مادّہ تخلیق بنا۔

جہنّم میں خلود صرف کفّار کے لیے ہے

صاحبان ایمان کو یہ خوشخبری بھی دیتا چلوں کہ جو شخص ایک ذرّہ برابر بھی ایمان اپنے ہمراہ لے جائے گا وہ ہمیشہ جہنّم میں نہیں رہے گا بلکہ آخر کار ایک روز اس سے باہر آئے گا۔ خلود یعنی ہمیشہ دوزخ میں

رہنا معاندین اور کفّار و مشرکین کے لیے ہے [۱]

اگر کوئی مومن اپنے گناہوں سے توبہ کیے بغیر مر گیا اور برزخ یا قیامت کی عقوبتوں سے پاک نہیں ہوا تو اس وقت تک جہنم میں رہے گا جب تک کہ پاک نہ ہو جائے۔ لیکن کتنی مدت تک رہے گا؟ تو یہ اس کے ان گناہوں کی مقدار پر منحصر ہے جنھیں وہ اپنے ساتھ لے گیا ہے خلاصہ یہ کہ تم نے اس دنیا میں اپنے کو جیسا بنایا ہوگا ویسا ہی وہاں دیکھوگے۔ اگر اپنے کو بھیڑیا بنایا ہے، جانور بنالیا ہے، لومڑی بنایا ہے تو آخرت میں بھی یہی صورت ہوگی۔ اگر یہاں فرشتہ خصلت رہے ہو تو وہاں بھی فرشتہ بن کے اٹھوگے۔ اور جب تک فرشتہ صفت نہ بنوگے تمہارے لیے ملکوت علیا اور جنت میں جگہ نہیں ہے۔ انسان جب تک فرشتوں کی سیرت اختیار نہیں کرے گا گروہ در گروہ ملائکہ اس کی زیارت کو نہیں آئیں گے [۲]۔ قبر کی پہلی شب اور اس کے بعد دیگر عالموں میں اس کا حشر اسی صورت پر ہوگا جس کے سانچے میں اپنے کو ڈھالا ہے

نکیر اور منکر ہی بشیر اور مبشّر ہیں

آپ نے اکثر سُنا ہے کہ قبر کی پہلی شب دو فرشتے میّت سے باز پرس کیلئے آتے ہیں جن کے نام نکیر اور منکر ہیں یعنی ضرر پہونچانے والے اور بیچین کرنے والے نکیر اور منکر کس کے لیے ہیں؟ اس شخص کیلئے جو آدمی نہ بنا اور مر گیا۔ لیکن جس نے آدمیّت اختیار کی اس کے لیے نکیر اور منکر نہیں

---

[۱] اقسمت ان تملأھا من الکافرین من الجنّة والناس۔ وان تخلّد فیھا المعاندین "دعائے کمیل" [۲] والملائکة یدخلون علیھم من کل باب۔ سورۂ رعد آیت ۲۳

بلکہ بشیر اور مبشّر ہیں یعنی خوشخبری دینے والے۔

ماہ رجب کی دعا ہے کہ "وارعینی مبشرا و بشیرا ولا ترعینی منکرا و نکیرا" یعنی خداوندا قبر کی پہلی شب مجھے منکر اور نکیر کو نہ دکھانا بلکہ مبشّر اور بشیر کو دکھانا دراصل دو فرشتوں سے زیادہ نہیں ہیں۔ اُس مومن انسان کے لیے جس نے یہاں اپنی اصلاح کرلی ہے بشیر اور مبشّر ہیں اور اس کے غیر کیلئے جس نے وہاں کے لیے سروسامان مہیا نہیں کیا ہے، نکیر اور منکر۔ اب یہ خود تمہارے ہاتھ میں ہے کہ تم کیسے بنتے ہو[1] اس بارے میں چند جاذب نظر اشعار ملتے ہیں جو امیر المؤمنین علیہ السّلام سے منسوب ہیں ہر شخص کی موت کے بعد اس کا سروسامان وہی ہے جو اس نے یہاں تیار کیا ہے۔ اب اُس نے اپنے لیے جیسا گھر تعمیر کیا ہو۔ صرف دو بالشت کا لمبا چوڑا یا حدّ نظر تک طویل و عریض۔ اگر اس نے اپنے وجود میں وسعت پیدا کی ہو گی تو اس کے لیے کوئی ضیق اور تنگی نہیں ہے۔ موت کے بعد انسان کی فراغت اور فراخی اس عالم میں اُس کی وسعت قلب اور سینے کی کشادگی کی تابع ہے۔

لوگ سیرتوں کے مطابق صورتوں پر محشور ہونگے

تفسیر قمی میں آیۂ مبارکہ "یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا" (یعنی جس روز صور پھونکا جائیگا پس تم لوگ گروہ در گروہ آؤ گے)

---

[1] لا دار للمرء بعد الموت یسکنها   الا التی کان قبل الموت بانیها
فان بناها بخیر تاب مسکنها   وان بناها بشر خاب بانیها

کے ضمن میں روایت ہے کہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یہ آیت کافروں کے بارے میں ہے یا مسلمانوں کے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ مسلمانوں کے بارے میں، جن کی دس صفیں میدان حشر میں وارد ہوں گی۔ کچھ بندروں کی صورت میں، کچھ سوّروں کی شکل میں، ایک گروہ اوندھے منھ، ایک گروہ اندھا، ایک گروہ اپنی زبانوں کو چباتا ہوگا اور اُن سے پیپ جاری ہوگا وغیرہ ہم[1]۔ اور ایک گروہ ایسا بھی محشور ہوگا کہ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کے مانند چمک رہے ہونگے یہ فرشتوں کی طرح اہل محشر سے بلند مقام پر چل رہے ہوں گے۔

خلاصہ یہ کہ ہر شخص اپنی اندرونی حالت کے مطابق محشور ہوگا، یعنی اس کا باطن جس نوعیت کا ہوگا اس کا ظاہر بھی اسی کا نمونہ ہوگا۔ اگر اس نے اپنے اندر فرشتوں کی خصلتیں پیدا کی ہیں تو روز قیامت ملائکہ سے بہتر حسن و جمال کا مالک ہوگا۔ اگر درندہ صفت رہا ہے اور خشم و شہوت رانی کی عادت اختیار کی ہے تو اسی مشہور روایت کے مطابق ارشاد ہے کہ لوگ ایسی صورتوں پر محشر میں وارد ہوں گے کہ بندر اور سوّر بھی اُن سے خوبصورت ہیں[2] وہ اپنی شکلوں سے اس قدر وحشت زدہ ہوں گے کہ آرزو کریں گے کہ انھیں جلد سے جلد قعر جہنم میں ڈالدیا جائے تاکہ لوگ ان کے کریہ منظر کو نہ دیکھیں۔ وہ کس قدر مضطرب ہوں گے کہ دوزخ ان کے لیے آسایش کی جگہ ہوگی؟ ہاں جو شخص درندہ خصلت رہا ہے وہ ایسا ہے کہ گویا ایک کتا ہے جو اپنے دانتوں سے کاٹ رہا ہے۔

---

[1] عربی متن و ترجمہ اور روایت کی وضاحت کیلئے تشریح تمہید دستغیب کی کتاب "معاد" میں ملاحظہ ہو۔

[2] یحشر الناس علی صور یحسن عندها القردة والخنازیر۔

وہ اپنی زبان اور قلم سے چیرتا پھاڑتا ہے، نیش زنی کرتا ہے۔ اُسے اپنی تقریر و تحریر کے ذریعے کسی کی آبرو ریزی اور دل آزاری کرنے میں باک نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ قیامت میں ہر شخص کی شکل اس کے باطنی کیفیات اور ملکات کے مانند ہوگی تاکہ اس کا باطن جو کچھ بھی ہو، اگر انسان ہو تو بہترین شکل میں اور اگر حیوان ہو تو بدترین صورت میں محشور ہو۔

آخرت کا عقاب دنیاوی عقوبت سے مختلف ہے

معاد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ انسان یہ سمجھ لے کہ عالمِ آخرت کا عذاب و عقاب دنیا کی عقوبتوں کے مانند نہیں ہے مثلاً کسی شخص کو گرفتار کر کے لاتے ہیں۔ اسے قید خانے میں ڈال دیتے ہیں اور طاغوت و سرکش اور ظالم و سفاک حکام کے زمانے کے مانند اس کے ناخن اکھاڑ دیتے ہیں تو یہ ایک دوسری صورتحال ہے اور اس کا عام دنیاوی عقوبتوں کے ساتھ مقایسہ اور موازنہ نہیں کیا جا سکتا ہے اعمال کے مجسّم ہونے کو بھی ہم عنوان بنانا نہیں چاہتے۔ اسی طرح وہ آگ ہے جو خود انسان کی ذات سے شعلہ ور ہوتی ہے [1]۔

خلاصہ یہ کہ ہم جس قدر بھی چاہیں کہ جہنّم اور اس کے عذابوں کا اپنے ذہن میں تصور کریں کامیاب نہ ہوں گے۔ اجمالی طور پر صرف اسقدر جان لینا چاہیئے کہ وہ یہاں کی طرح نہیں ہیں۔ اور ان کی کیفیت خصوصیات کا علم بھی ضروریات مذہب میں سے نہیں ہے کہ ان کا جاننا اور ان کا عقیدہ رکھنا لازمی ہو۔

---

[1] فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارہ۔ سورہ بقرہ آیت ۲۴

خواب برزخی ثواب و عقاب کا نمونہ ہے

آیت "منامکم باللیل والنھار" کے سلسلے میں اصول کافی کے اندر ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ احلام، رؤیا، اور خواب انسانوں کے اندر ابتدائے خلقت سے نہیں تھے۔ یہاں تک کہ ایک پیغمبر جب اپنی امت پر مبعوث ہوئے تو انھوں نے ہر چند برزخ، قبر کے سوال و جواب اور عذاب و عقاب کے بارے میں انھیں بتایا۔ لیکن ان لوگوں نے قبول نہیں کیا۔ وہ کہتے تھے کہ مُردے سے سوال و جواب کیسا؟ وہ تو خاک ہو کے فنا ہو جاتا ہے۔ اس پر خدائے تعالیٰ نے اس ساری امت کو خواب دیکھنے کی صلاحیت عطا کی۔ ہر شخص نے ایک مختلف اور جدید قسم کا مخصوص خواب دیکھا۔ جب ایک دوسرے سے ملتا تھا تو کہتا تھا کہ میں نے کل شب خواب میں کچھ چیزیں دیکھیں لیکن جب بیدار ہوا تو کچھ بھی نہ تھا دوسرا کہتا ہے کہ میں نے اس سے بالاتر اور اہم مناظر دیکھے۔ جب بیدار ہوا تو کوئی چیز نہ تھی۔ جب انھوں نے اپنے پیغمبر سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ خدائے عزّ و جلّ تم کو سمجھانا چاہتا ہے کہ آدمی موت کے بعد ثواب کی حالت میں رہ سکتا ہے۔ لیکن اس کا یہ جسم خاک کے نیچے ایک طولانی نیند میں ہوگا۔ یا خدانخواستہ نالے اور فریاد کر رہا ہوگا [1]۔

معانی الاخبار میں وارد ہے کہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں بعثت سے قبل اپنے چچا ابو طالب کی بھیڑیں چرایا کرتا تھا۔ میں کبھی کبھی دیکھتا تھا کہ بھیڑیں بغیر کسی حادثے کے اچھل کے سکتے میں آجاتی تھیں اور تھوڑی دیر کے لیے چرنا چھوڑ دیتی تھیں۔ چنانچہ میں نے جبرئیل امین سے

---

[1] بحار الانوار جلد ۳۔

اس کا سبب پوچھا تو انھوں نے کہا کہ جس وقت عالم برزخ میں کسی میّت کے نالہ و فریاد کی آواز بلند ہوتی ہے تو اسے جنات اور انسان کے علاوہ سبھی سنتے ہیں۔ یہ جانور مُردوں کے نالوں کی آواز سے متوحش ہوتے ہیں خدائے تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے مُردوں کی اس آواز کو زندوں سے پوشیدہ رکھا ہے تاکہ ان کا عیش منغّص نہ ہو۔

مُردے زندوں سے التماس کرتے ہیں

اگر آدمی اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں کے نالہ و فریاد اور آہ و زاری کی آوازیں سُن لے تو زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہ بھی خدا کی ایک حکمت ہے کہ کوئی شخص مرنے والوں کی حالت سے آگاہی نہ رکھتا ہو۔ اُس وقت صرف خدا ہی جانتا ہے کہ مرنے والے کس قدر نالے، کس قدر آہ و زاری، اور ہم سے تم سے کس قدر التجائیں کرتے ہیں اور خاص طور پر شب قدر میں التماس دعا کرتے ہیں۔ یہ التماس دعا اُس طرح کا نہیں ہوتا جیسا ہم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ ہمارا التماس ایک طرح کی رسمی فرمائش اور خواہش ہوتی ہے۔ لیکن میت کا التماس گدائی، خوشامد، اور تضرع و زاری ہے ـــ روایت میں ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گریہ کیا اور فرمایا کہ، اپنے مردوں پر رحم کرو۔ بالخصوص ماہ رمضان میں وہ تم سے کہتے ہیں کہ ہم نے بھی رمضان کے مہینے گذارے، اور شب قدروں سے گزرے لیکن ان کی قدر نہ جانی اور یہ ہمارے ہاتھوں سے نکل گئیں۔ تم بھی ہمارے پاس آنے والے ہو۔ لیکن ابھی جب تک ماہ رمضان تمھاری دسترس میں ہے ہمارے لیے بھی

کچھ فکر کرو[1]۔ وہ اس طرح سے التماس اور التجا کرتے ہیں کہ اس نے حضرت رسولؐ خدا کو بھی رُلا دیا ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کچھ وحشت ناک خواب دیکھتا ہے نالے اور آہ و فغاں کرتا ہے۔ لیکن جو شخص اس کے پہلو میں ہوتا ہے وہ بھی نہیں سنتا، یا خوشی سے اس قدر ہنستا ہے کہ اگر عالم بیداری میں ہوتا تو اس کے قہقہے کی آواز کافی دور تک جاتی، لیکن جو شخص اس کے پہلو میں ہے وہ بھی محسوس نہیں کرتا۔ جب تم اپنے باپ کی قبر پر جاتے ہو تو کچھ بھی نہیں سنتے لیکن خدا جانتا ہے کہ وہ بیچارہ اس وقت کن مصیبتوں اور فریاد و زاری میں ہے۔ یا انشاء اللہ کن مسرتوں اور بہجت و سرور سے لطف اندوز ہے۔

احلام یعنی خواب دیکھنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر غور کرے۔ اس لیے کہ موت کے بعد پیش آنے والے حالات کا ایک نمونہ بھی خوابوں میں دیکھتا ہے۔

میں کنیزوں کو آزاد کرتا ہوں تاکہ جہنم میں نہ جاؤں

لکھا ہے کہ مدینۂ منورہ کی ایک صاحب حیثیت عورت مسجد نبوی میں

۱۔ کان الموتیٰ یاتون فی کل جمعة من شهر رمضان فیقفون فینادی کل واحد منهم بصوت حزین باکیا یا اهلاه ویا ولداه و یا اقرباه اعطفوا علینا بشیئ یرحمکم الله واذکرونا ولا تنسونا بالدعاء ارحموا علینا..... (سفینة البحار جلد ۲ ص ۵۵۶)

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے حاضر ہوئی آنحضرت نے نماز میں یہ آیت پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ درحقیقت جہنم ان کی وعدہ گاہ ہے۔ جو شخص (کفر کے ساتھ مرے) اس کی جگہ جہنم ہے، اس کے سات دروازے یا سات طبقے ہیں۔ اور ہر گروہ کیلئے جہنم کے دروں میں سے ایک در ہے[1] وہ عورت باایمان تھی پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہوئی اور شدت سے گریہ کرنے کے بعد عرض کیا، یارسولؐ اللہ! اس آیت نے مجھے بہت ڈرا دیا ہے اور میں بہت بےچین ہوں، میں کیا کروں کہ یہ جہنم کے دروازے میرے لیے نہ کھولے جائیں؟ آپ نے خود ہی فرمایا ہے کہ صدقہ آتش جہنم سے بچانے والی ایک سپر ہے[2] یارسولؐ اللہ! میں نے مال دنیا سے سات کنیزیں خریدی ہیں۔ ان کے علاوہ اور کچھ نہیں رکھتی (یعنی اپنی ساری دولت ان کنیزوں کی خریداری میں صرف کردی ہے) میں جہنم کا ہر دروازہ اپنے اوپر بند کرنے کیلئے ایک ایک کنیز کو راہ خدا میں آزاد کرتی ہوں، یارسولؐ اللہ آپ مجھے اطمینان دلائیں کہ جہنم کی آگ مجھ کو نہ جلائیگی

عالم برزخ میں بہت خوف اور خطرے ہیں

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے ایک خاص صحابی کا یہ قول منقول ہے کہ میں نے اپنے آقا سے ایک

---

[1] وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُوْمٌ سورہ حجر آیت ۴۳-۴۴-۴۵

[2] الصدقة جُنّة من النار۔ سفینۃ البحار جلد ۲۔

ایسی حدیث سُنی ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا یہ حدیث مجھ کو خوف زدہ رکھے گی۔ اس نے میرا سکون اور آرام چھین لیا ہے۔ اب دنیا کی کوئی سخت سے سخت مصیبت بھی پیش آجائے تو مجھ پر اثر نہیں کرسکتی کیونکہ میں نے ایک ایسی آگ حاصل کی ہے جس کی موجودگی میں کوئی دوسری آگ دل پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

ایک روز میں امام موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ نے (رقت قلب کے سلسلے میں) فرمایا، جب تم کسی میت کو دفن کرنا چاہو تو جنازے کو ایک ہی بار میں قبر تک نہ لیجاؤ۔ اگر مرد ہے تو جنازے کو قبر کی پائینتی کی جانب رکھدو اور اگر عورت ہے تو قبلے کی سمت میں اسے تین بار اٹھاؤ باری باری کچھ قریب لیجاکے رکھو اور تیسری بار قبر میں اتارو۔ "فانّ للقبر اھوالاً" اسلئے کہ قبر کے لیے بہت سے خوف ہیں۔ عالم برزخ کے مراحل بڑے ہولناک ہیں، لیکن ہمارے دلوں میں کس قدر قساوت پیدا ہو چکی ہے۔ راوی کہتا ہے میں عمر کے آخری دم تک اس سوزش میں مبتلا رہوں گا۔ لیکن ان باتوں کے باوجود ہم کوئی اثر قبول نہیں کرتے۔ جو شخص ان مطالب کو قصہ کہانی سمجھتا ہے وہ حجاجؑ کے مانند انتہائی قسی القلب آدمی ہے۔

اگر میں صراط سے گذر گیا....

ایک مرتبہ ایک منافق شخص نے جناب سلمان سے جو اول المسلمین تھے اور جن کا لقب سلمان محمدی ہے ان کی حکومت اور مدائن کی گورنری کے زمانے میں کہا، سلمان! یہ تمہاری سفید داڑھی بہتر ہے یا (معاذ اللہ)

کتے کی دُم ؟ یہ سلمان تھے کوئی بچّہ نہیں تھے پھر بھی یہ بات سننے کے بعد آپ جوش یا غصّے میں نہیں آئے بلکہ انتہائی ملائمت کے ساتھ فرمایا، اگر میں پل صراط سے گزر جاؤں تو میری داڑھی بہتر ہے اور اگر گر جاؤں تو کتے کی دُم بہتر ہے۔

جونکہ آخرت اُن کے نزدیک بہت عظیم چیز تھی لہٰذا یہ فقرے اور مزاحمتیں ان کے لیے مکھّی کی بھنبھناہٹ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھیں جو مومن کی قلب و روح پر کوئی اثر نہیں ڈالتیں۔ جو شخص خود بزرگ اور بزرگ کو پہچاننے والا ہوتا ہے اس کے نزدیک مادّی زندگی چھوٹی اور حقیر ہو جاتی ہے۔ جب تک تم خود بزرگ نہ بنو گے بزرگ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور اگر بفرض محال پہنچ بھی جاؤ تو تم خود فرار اختیار کرو گے۔ اس بزرگ منزل سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکو گے، اور ادراکات و معارف کے روحانی فیوض و برکات سے بہرہ مند نہ ہو سکو گے۔ اس کا راستہ بھی صبر ہی ہے [1]

خدائی آگ سے جلی ہوئی قبر یزید لعنہ

چند صدیاں قبل مؤرخین لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ایک خرابہ اور ویرانہ ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ یہاں یزید لعنہ کی قبر ہے۔ اور اس کا تجربہ ہوا ہے کہ جو شخص اس راہ سے گذرے اور کوئی حاجت رکھتا ہو تو ایک پتھر یا ڈھیلا یہاں پھینکدے اس کی حاجت

۱ کتاب ایمان ص۲۷۱ ۔

پوری ہو جائے گی اسی وجہ سے یہ ایک مزبلہ بن گیا ہے؛

اب ہمارے زمانے میں تو قبر کی وہ جگہ بھی موجود نہیں ہے، جس وقت بنی عباس شام میں پہنچے تو بنی امیہ کی تمام قبروں کو کھود کے ان کے جنازوں کو جلا دیا تھا۔ یزید کی قبر کے اندر ایک قد آدم طولانی میں خدائی آگ سے جلی ہوئی راکھ کی صرف ایک لکیر موجود تھی لہٰذا موثق مؤرخین عامہ کی تحریر کے مطابق اسے پُر کر دیا گیا اور وہ چند سال پہلے تک ایک خرابے کی صورت میں رہا۔ لیکن اب وہ تو خرابہ بھی نہیں ہے [1] ۔ [2]

تین وقتوں میں زمین کے تین نالے

یہی زمین جس پر تم راستہ چلتے ہو۔ بظاہر شعور اور گویائی کی طاقت نہیں رکھتی۔ لیکن اس کا باطن مومن اور کافر کو پہچانتا ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا ہے کہ زمین تین اوقات میں تین قسم کے لوگوں سے نالہ کرتی ہے؟ ایک اُس وقت جب کسی مظلوم کا خون اس پر بہایا جاتا ہے ۔ دوسرے اُس وقت جب اُس پر زنا کی رطوبت گرائی جاتی ہے۔ اور تیسرے اُس وقت جب کوئی شخص طلوع صبح سے طلوع آفتاب تک سوتا ہے اور دو رکعت نماز صبح پڑھنے کیلئے نہ اٹھے [3]۔

۱ فقطع دابر القوم الذین ظلموا۔ سورۂ انعام آیت ۲۵

۲ کتاب ایمان ص۳۱۶

۳ الحرام ومن ماء غسل الزنا ومن النوم بین الطلوعین علیھا (لئالی الاخبار ص۵۸۵)

روایت میں ہے کہ جس وقت مومن کے جنازے کو قبر میں اتار کے چلے جاتے ہیں تو قبر (یعنی خود زمین) بات کرتی ہے۔ قبر کی ملکوتی قوت مومن سے کہتی ہے کہ "اے مومن! تو میرے اوپر راستہ چلتا تھا تو میں فخر کرتی تھی کیونکہ تو میرے اوپر خدا کی عبادت کرتا تھا اور مجھے شاد کرتا تھا۔ میں کہتی تھی کہ تو میرے شکم میں آئے گا تو میں اس کی تلافی کروں گی۔ اب یہ میری تلافی کا موقع ہے ملکوت قبر حد نگاہ تک وسعت پیدا کر دیتا ہے (مد البصر)

اور اگر اس کے برعکس وہ تارک الصلوٰۃ تھا تو ملکوت قبر کہتا ہے کہ تو میرے اوپر راستہ چلتا تھا تو میں تیری وجہ سے فریاد کرتی تھی۔ اب اس کی تلافی کا موقع ہے، چنانچہ وہ اس قدر تنگ ہو جاتی ہے جیسے کسی دیوار میں میخ ٹھونک دی جائے۔ کسقدر سخت ہے یہ فشار جس میں یہ بدنصیب مبتلا ہے۔[1]

ملکوت قبر کیلئے نور اور فرش

یہ خیال نہ کرو کہ اشیاء میں شعور نہیں ہے یا عالم کے در و دیوار میں تو شعور و ادراک اور نطق ہر جگہ پھیلا ہوا ہے لیکن ملکوت میں نہیں ہے تاکہ جو لوگ وہاں ہیں وہ سن سکیں۔ جو لوگ عالم برزخ میں جا چکے ہیں وہ وہاں موجودات کی گفتگو اور آوازیں سنکر ان کے نطق کو سمجھتے ہیں۔ وہ زمانہ آنے والا ہے جب زمین کی آواز کو تم خود بھی سنو گے۔ جس وقت تمہاری قبر تم سے کہے گی "نم نومة العروس"

[1] بحار الانوار جلد ۳۔

اگر مومن مرد ہے تو کہے گی، دامادوں کے مانند آرام سے سو جاؤ۔ اور اگر عورت ہے تو کہے گی، دلھنوں کی طرح سو رہو۔ بے سبب نہیں ہے کہ ماہ صیام کی راتوں میں امام زین العابدین علیہ السلام کسطرح کہتے ہیں "ابکی لظلمة قبری" یعنی میں اپنی قبر کی تاریکی کیلئے روتا ہوں" "لم افرشه بالعمل الصالح" جس کے لیے میں نے عمل نیک کا کوئی فرش نہیں بھیجا ہے، نہ میں نے اپنی قبر کیلئے ایمان کا نور بھیجا ہے نہ تقوی کی روشنی میری قبر کیلئے تو ملکوت قبر ہی کا فرش ہوگا؟ میں کہنا چاہتا ہوں کہ اپنی قبر کے ظاہر کو نہیں بلکہ اس کی اندرونی اور حقیقی منزل کو آراستہ کرو۔ خواہ اس کا ظاہر ایک خرابہ ہو، سڑی ہوئی مٹی ہو یا کربانی فرش اور یہ سب بغیر عمل صالح کے انجام نہیں پا سکتا۔ جو کام تم نے خدا کیلئے کیا ہے گویا اپنی قبر کے حجرہ کو مزین کیا ہے۔[1]

تین گروہوں کی حسرت بہت سخت ہوگی

تم نے یہ روایت سنی ہوگی کہ تین گروہ ایسے ہیں جن کی حسرت قیامت میں سب سے زیادہ ہوگی۔ اول ہر وہ عالم اور واعظ جس کے علم اور نصیحت پر دوسروں نے تو عمل کیا لیکن وہ خود دنیا سے بے عمل اٹھا۔ وہ قیامت کے روز جب یہ دیکھے گا کہ دوسرے لوگ اس کے وعظ اور علم کی برکت سے جنتی بن گئے لیکن خود اس کو دوزخ میں لیئے جا رہے ہیں تو کسقدر خجالت ہوگی؟ وہ آرزو کرے گا کہ اسے جلد از جلد جہنم میں ڈال دیا جائے تاکہ لوگ اسے نہ دیکھیں۔

[1] کتاب معارف از قرآن ص ۸۳ تا ۸۵۔

دوسرے وہ مالدار جس نے اپنے مال سے فائدہ نہیں اٹھایا اور اُسے چھوڑ کے چلا گیا۔ لیکن اُس کے وارثوں نے اُسے خیرات اور نیک اعمال میں صرف کیا۔ زحمتیں اُس نے اٹھائیں اور فائدہ دوسرے نے حاصل کیا اور کل بھی اس کی حسرت اس کے ساتھ ہوگی۔

اور تیسرے وہ آقا ہے جو اپنی بے عملی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوگا لیکن اس کا غلام ثواب کے عالم میں ہوگا[1] یہ وہ روحانی عذاب ہیں جو عذاب جہنم سے قطع نظر اور اُس سے بھی بدتر ہیں۔ زندگی بھر تو وہ کہتا رہا کہ میں آقا ہوں، میں مالک اور مخدوم ہوں، میرے پاس نوکر اور کنیزیں ہیں۔ لیکن اب انھیں خدمت گذاروں کو دیکھتا ہے کہ دراصل آقا اور مخدوم وہی ہیں اور خود بدبخت اور پست و ذلیل ہے۔[2]

رحم مادر اور عالم دنیا دنیا اور برزخ کے مانند

ایک اور صورت عبرت حاصل کرنے کی یہ ہے کہ جب ہم رحم مادر میں تھے اُس وقت اگر ہم سے کہا جاتا کہ اس محدود چار دیواری کے باہر ایک ایسی وسیع فضا موجود ہے جس کا قیاس اس تنگ مکان کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا وہاں طرح طرح کی کھانے اور پینے کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو اس غذا سے کوئی نسبت نہیں رکھتیں جو یہاں تمہیں ناف کے ذریعے حاصل ہوتی ہے، تو کیا ہم ان مطالب کو صحیح طور سے سمجھ سکتے تھے؟

۱۔ لئالی الاخبار۔ ۲۔ سرائے دیگر ص ۱۱۳۔

اسی طرح یہ بھی جان لو اور سمجھ لو کہ عالم برزخ میں تمھاری منزل ایسی ہی ہوگی جیسے شکم مادر کے مقابلے میں یہ عالم دنیا ہے۔ جب تم پیدا ہوتے اور شکم مادر سے باہر آتے ہو تو ایک ایسے عالم میں وارد ہوتے ہو جسے نہ تمھاری آنکھوں نے دیکھا تھا نہ کانوں نے سنا تھا یہاں تک کہ تمھارے دل میں اس کا تصور بھی نہیں گذرا تھا۔ یہ نور در نور اور لذت در لذت ہے۔ اور ہر طرف آثار جمال مشاہدہ کیے جاسکتے ہیں[1]

محبت یا غصے کے ساتھ قبض روح

جب خدا موت دیتا ہے اور قبض روح کا وقت آتا ہے تو لوگوں کی روحیں دو طریقوں سے نکالی جاتی ہیں۔ بعض کی مہر و محبت اور رحمت کے ساتھ۔ اور بعض کی قہر و غضب اور شدت کے ساتھ البتہ دونوں کے لیے کچھ مراتب اور درجات ہیں۔ یہاں تک کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ، عزرائیل (ملک الموت) کے معاون فرشتے کفار کی جانیں نکالنے کے لیے آتشیں حربوں کے ساتھ آتے ہیں[2] اور انکی روحیں انھیں آگ کے حربوں سے قبض کرتے ہیں۔

مہربانی اور رحمت کے ساتھ جان نکالنے کے بھی کئی درجے ہیں، اس حد تک کہ فرشتے بہشتی پھولوں کا گلدستہ اپنے ساتھ لاتے ہیں[3]۔ یہ جنت کی خوشبوئیں اور انعامات و اکرامات جن مرنے والے

۱۔ سرائے دیگر ص ۲۲۲، ۲۔ فکیف اذا توفتهم الملائکة یضربون وجوههم وادبارهم سورۃ ۴۷۔ آیت ۲۷، ۳۔ الذین تتوفهم الملائکة طیبین یقولون سلام علیکم سورۂ نحل آیت ۲۸،

کیلئے مہیا کیے جاتے ہیں وہ کس قدر مسرور ہوتا ہے۔ ملک الموت بہت ہی خوبصورت شکل میں آتے ہیں اور ہر شخص کے لیے ایک نئی صورت میں حاضر ہوتے ہیں۔ ان کی شکل و صورت خود اس مرنے والے کے جمال کے مطابق ہوتی ہے، تاکہ جس قدر اس کا جمال ہو۔ اُسی قدر اُن کا حسین جلوہ سامنے آئے۔ اس سے بالاتر یہ بات بھی کہہ دیں کہ حضرت علی علیہ السّلام کا انداز بھی یہی ہے کہ تم نے اپنے اندر جس قدر جمال پیدا کیا ہوگا، اچھی صفتیں اختیار کی ہوں گی، عالم وجود میں مردانہ وار زندگی بسر کی ہوگی دوسروں کے ساتھ نیک سلوک کیا ہوگا، اپنی عمر میں جس قدر صابر، باوقار، حلیم و بردبار اور شاکر رہے ہوں گے۔ اور عقل و دانائی کا حسن حاصل کیا ہوگا، اُسی کے مطابق امیر المومنین علیہ السّلام کو دیکھو گے، چنانچہ اگر خدانخواستہ اپنی سقاوت، بدمزاجی، قساوت قلب اور بدحالی کی مناسبت سے ملک الموت کی سختی اور درشتی کا سامنا کرنا پڑا تو خدانہ کردہ حضرت علی علیہ السّلام کے قہر و غضب کی صورت بھی دیکھنا ہوگی۔

تمھاری قبر کی صورت حال بھی یہی ہے۔ نکیر اور منکر کے بارے میں یہ خیال نہ کرو کہ دونوں فرشتے ایک ہی حالت میں آتے ہیں ایسا نہیں ہے۔ یہ جس شخص کے پاس بھی آتے ہیں خود اسی میّت کے حالات و کردار کے مطابق آتے ہیں۔ یہ دونوں ملک، لیکن خود تمھاری وضع کے نمونے۔

تم دعا میں پڑھتے ہو کہ خداوندا! میں بشیر اور مبشّر کو دیکھوں لیکن دیکھنا یہ ہوگا کہ تمھیں کیا بن کے رہنا ہے؟ آیا ساری عمر آدمی بن کے گزاری یا درندہ بن کے؟ یہ دونوں فرشتے بعض اشخاص کی قبر میں

انتہائی سخت درشت اور ہیبت ترین شکلوں میں آتے ہیں۔ اُن کے بال زمین پر کھنچتے ہوں گے، ان کے دہنوں سے اژدہے کی مانند آگ کے شعلے نکلتے ہوئے، اُن کی آنکھیں خون سے لبریز کاسوں کے مانند اور آگ اگلتی ہوئی یعنی خود میت کے باطن کے مطابق، کسقدر شریر، بیہودہ، موذی، گرگ صفت اور چیتے کی سی خصلت کا حامل تھا یہ شخص؟ بہرحال جو کچھ بھی تھا اپنی افتاد طبع کے مطابق تھا۔ بہت ہی عجیب ہے عالم ملکوت اور برزخ۔ یہ ساری چیزیں حقائق ہیں اور ہمارے ہی باطن اور ملکوت اعمال، جو صورت اختیار کرکے ظاہر ہوتے ہیں۔

مومن کے لیے بشیر اور مبشّر ہیں جو اسے پروردگار کی بے انتہا رحمتوں اور ثوابوں کی بشارت دیتے ہیں۔[۱،۲]

سوال ۱:۔ ایک شخص ایک ہزار سال قبل مرچکا ہے اور ایک شخص آج مرتا ہے تو کیا عالم برزخ دونوں کے لیے یکساں ہے؟ اور ساتھ ہی مثالی جسم کی توضیح بھی فرمایئے۔

جواب:۔ عالم برزخ میں قیامت کبریٰ تک روحوں کے ٹھہرنے کی مدت یقیناً مختلف ہے۔ لیکن روحیں برزخ میں قیامت تک معطل نہیں ہیں۔ بلکہ یا تو برزخی نعمتوں سے بہرہ مند ہیں (اگر وہ گناہوں سے پاک ہوکر اٹھے ہیں) یا برزخی عذابوں میں گرفتار ہیں لیکن اگر کوئی مرنے والا مستضعفین میں سے تھا۔ یعنی حق و باطل کی تمیز کی قدرت نہیں رکھتا تھا، یا جس طرح چاہیے اس پر حجت تمام

---

۱ وارعینی مبشّر او بشیرا دعائے ماہ رجب ۲ بندگی راز آفرینش ص۶۸۲

نہیں ہوئی تھی، جیسے وہ لوگ جو بلاد کفر میں رہتے ہیں اور مذاہب کے اختلاف سے کوئی آگاہی نہیں رکھتے۔ یا اگر اس سے باخبر بھی ہیں تو دوسرے ملکوں یا شہروں میں جانے اور دین حق کا تجسّس کرنے کی طاقت اور صلاحیت نہیں رکھتے، اسی طرح نابالغ بچے اور مجنون اشخاص، تو ایسے لوگوں کے لئے برزخ میں کوئی سوال اور عذاب و ثواب نہ ہوگا۔ اور ان کا معاملہ قیامت پر اٹھا رکھا جائے گا تاکہ وہاں خدائے تعالیٰ اُن کے ساتھ اپنے عدل یا فضل کے ذریعے معاملہ فرمائے۔

قالب مثالی سے مراد وہ جسم ہے جس سے مرنے کے بعد روح اپنا تعلق قائم کرتی ہے۔ وہ ایسا جسم ہے جو صورت میں دنیاوی جسم کے مانند ہے؟ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، "لو رائیتہ لقلت ہو ہو بعینہ" یعنی اگر تم اسے برزخ میں دیکھو تو کہوگے کہ یہ تو بعینہ وہی شخص ہے یعنی شکل و صورت کے لحاظ سے جس قدر دنیا کے مطابق ہے لیکن مادے کی حیثیت سے مکمل صفائی اور لطافت رکھتا ہے۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں فرماتے ہیں کہ، یہ لطافت میں جن اور ملائکہ سے مشابہ ہے نیز فرماتے ہیں کہ روایات و اخبار میں وسعت قبر، روح کی حرکت، ہوا میں اس کی پرواز، اور اپنے گھر والوں کے دیدار کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے وہ سب اسی جسم سے متعلق ہے،

بعض محققین نے لطافت کے لحاظ سے برزخی جسم کو اس صورت سے تشبیہ دی ہے جو آئینے میں منعکس ہوتی ہے سو اس کے آئینے کی صورت کا وجود دوسرے وجود کے ذریعے

قائم اور فہم و ادراک سے محروم ہوتا ہے۔[۱]

تین چیزیں برزخ میں بہت کام آتی ہیں

ایک روز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مسرت کے ساتھ ارشاد فرمایا، کہ میں نے حمزہ سید الشہداء اور جعفر طیار ان دونوں عزیز شہیدوں کو دیکھا کہ بہشتی انگوروں کا ایک طبق ان کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ انھوں نے ان میں سے کچھ کھایا، پھر وہ بہشتی رُطب بن گئے ایسے رُطب جن میں نہ گٹھلی ہوتی ہے نہ کوئی ثقل اور گرانی، اور انکی مشک جیسی خوشبو کئی فرسخ تک جاتی ہے۔

آنحضرت نے فرمایا کہ: میں نے اُن سے پوچھا اس مقام پر کونسی چیزیں تمہارے لیے تمام چیزوں سے بہتر ہیں؟ تو حمزہ نے کہا، تین چیزیں ایسی ہیں جو برزخ میں بہت ہی فرحت انگیز ہیں۔ اوّل علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کی محبت، (خداوندا تو ہمارے دلوں میں علیؑ کی محبت کو بڑھا دے جو دودھ کی طرح اتر جائے اور جانوں کے ساتھ باہر آئے) دوئم محمدؐ و آل محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسّلام پر صلوٰۃ بھیجنا۔ اور سوئم، کسی پیاسے کو پانی پلانا۔ اگر کوئی تشنہ لب سامنے آجائے تو اس کی تشنگی دور کرو، یہ برزخ میں تمہارے بہت کام آئے گا۔ جو شخص ایک دل کو خنک کرے گا کل اس کی قبر میں اس کا دل خنک ہوگا۔

بخیل کا برزخی فشار ایسا ہے جیسے دیوار میں میخ

ہمیں چاہیے کہ اپنی پچھلی کوتاہیوں سے توبہ کریں، کتنے ہی مواقع

---

[۱] ۸۲۔ پرستش ص ۱۱۵

ایسے آئے کہ کارِ خیر اور داد و دہش کرنا ہمارا فریضہ تھا لیکن ہم نے نہیں کیا۔ ہم کتنی آگ اپنی قبر کے لیے بھیج چکے ہیں۔ دوسروں کے حالات پر غور نہ کرو بلکہ خود اپنی خبر لو کہ تم نے اپنی حد کے اندر رہتے ہوئے کس شخص کے بارے میں کتنے بخل سے کام لیا ہے اور اپنی قبر کو تنگ کیا ہے۔ جب موت آجائے گی تو وہاں کوئی فراخی اور وسعت نہ ہوگی۔ بلکہ جیسا روایت بتاتی ہے بخیل آدمی کا فشار اتنا سخت ہوگا جیسے کوئی میخ دیوار میں ٹھونک دی جائے۔

دنیا میں حمّال اور برزخ میں بادشاہ

ایک حکایت میرے ذہن میں آئی جو ایک بزرگ انسان سے منقول ہے کہ: میں نے ایک رات واقعی طور پر برزخی جنت کا ایک منظر دیکھا۔ وہاں میں نے ایک عالیشان محل دیکھا جس کے راستے بہت وسیع تھے، سربفلک درخت لگے ہوئے تھے اور طرح طرح کے میوے اور اشیائے خورد و نوش مہیا تھیں۔ اس عمارت کے بالاخانے پر ایک بزرگ انتہائی عظمت و وقار کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے میں یہ حالات دیکھکر سوچنے لگا کہ غالباً اُن کا ہماری دنیا سے تعلق نہیں ہے، اور حیرت میں پڑ گیا کہ خدایا یہ کون شخص ہے؟ میں نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی کہ مجھے اسکی حقیقت سے آگاہ فرمادے، ناگاہ خود انھیں بزرگ نے آواز دی کہ "انا الحمّال" میں دنیا میں بار برداری کا کام کرتا تھا اور پیٹھ پر بوجھ لاد کر کے ادھر سے اُدھر پہونچاتا تھا جو لوگوں کے نزدیک ایک پست اور حقیر ترین پیشہ ہے۔

وہ آگ جو قبر سے شعلہ زن ہوئی

دار السلام عراقی میں قاچاری دربار کے ایک رکن کے بارے میں یہ واقعہ درج ہے (ہتک حرمت کے خیال سے اُس درباری کا نام نہیں لے رہا ہوں) کہ اس کا جنازہ تہران سے قم لائے، اُس کے لیے ایک حجرہ حاصل کیا۔ اور قبر پر ایک قاری متعین کیا۔ ناگہاں اُس قاری نے دیکھا کہ قبر سے آگ کے شعلے باہر نکل رہے ہیں لہٰذا اُس نے وہاں سے فرار اختیار کیا اس کے بعد لوگ اس چیز کی طرف متوجہ ہوئے کہ قالین اور جو کچھ حجرے میں تھا سب جل گیا ہے لیکن اس انداز سے کہ سبھی نے یہ سمجھ لیا کہ یہ دنیاوی حرارت نہیں تھی بلکہ اس کی قبر کی آگ اوپر تک آگئی تھی۔ اس کی قبر آگ سے اسطرح بھر گئی تھی کہ اس کا اثر باہر تک پہنچ رہا تھا۔

تم نے آگ کے بیج بوئے ہیں لیکن ان سے پھول حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اگر تمھاری قبر کے اوپر ایک ہزار گلدستے بھی سجا دیئے جائیں تو اس سے تمھاری باطنی کثافتوں پر کیا اثر پڑتا ہے؟ البتہ اسطرح ہم اپنے دل خوش کر لیتے ہیں۔ خدا کے لطف و کرم کے امیدوار رہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمھارے اوپر غرور مسلّط ہو جائے انسان کو ہمیشہ امید و بیم کے درمیان رہنا چاہیئے۔ ممکن ہے خدا کی نظر لطف ہو جائے۔

غصّے کو ضبط کرنا آگ کے اوپر پانی ڈالنا ہے۔

غصّہ ضبط کرنے کی ملکوتی صورت قبر کی آگ پر پانی ڈالنا ہے۔ غیظ و غضب کی حالت میں اپنے اوپر قابو رکھو، اپنی ذات کو بے لگام نہ چھوڑو اپنے سکون اور آسائش کی حفاظت کرو، اٹھو اور اپنی راہ لو، پانی پی لو، اپنی

حالت میں تغیر پیدا کرو، سنی ہوئی بات کو ان سنی کر دو، ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قطع رحم کے مرتکب ہو جاؤ، صلۂ رحم کے ذریعے اپنی آتش قبر کو سرد کرو! خلاصہ یہ کہ ہر گناہ پل صراط سے نیچے گرنا ہے۔ بہشت کی راہ صلح و صفائی ہے، جہنم کا راستہ نزاع، جنگ و جدال اور طیش میں آنا ہے اب یہ تم خود جانتے ہو کہ کون سا راستہ چلنا چاہیئے [1] بغیر احسان جتانے اور اذیت دینے کے سخاوت اور جود و کرم راہ بہشت ہے۔ جنّت تک جانے کیلئے صراط کی سہولت اسی میں ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنی زبان سے اچھی بات کہو، امانت دار بنو، اور اس کے اسکے عیب کو چھپاؤ! البتہ اس کے برخلاف دوزخ کا راستہ ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ خدا کا قہر و غضب تم سے دور رہے تو خود اپنے کو غضب سے دور رکھو۔

مروی ہے کہ ایک شخص عذاب اور آتش جہنم میں گھرا ہوگا۔ اس حالت میں آواز آئے گی کہ میرے پاس اس کی ایک امانت ہے، چونکہ اس نے میرے لیے اپنے غصّے کو فرو کیا تھا لہٰذا آج اس کی تلافی کا دن ہے۔

پوشیدہ صدقہ اور عذاب کے خوف سے گریہ۔

جو چیزیں تمھاری آتش قبر کو خاموش کرتی ہیں انہیں سے ایک "صدقۃ السر" ہے۔ یعنی خدا کی راہ میں پوشیدہ طریقے سے صدقہ اور خیرات دینا جس کی تعبیر اس طرح کی گئی ہے کہ دینے والے ہاتھ کی خبر دوسرے ہاتھ کو بھی نہ ہو کسی اور سے بھی ذکر نہ کرے۔ یہاں تک کہ خود اپنے سے بھی نہ کہے اور حدیث نفس نہ کرے یعنی اسکو بالکل فراموش کر دے۔

---

[1] انّا ھدینٰہ السّبیل امّا شاکرًا و امّا کفورا۔ سورہ دہر آیت نمبر ۳۔

منجملہ چیزوں کے جو آگ کو خاموش کرتی ہیں آنسو کا وہ قطرہ ہے جو تم نے بخوف خدا سے گرایا ہو۔ اپنی برائیوں کو یاد کرو، طرح طرح کے عذاب و عقاب کا تصور کرو، اگر تمھارے دل پر خوف طاری ہو جائے جسم میں لرزہ پیدا ہو جائے اور خدا کے اس خوف سے آنسو کا ایک قطرہ بھی گر جائے تو یہ عذاب کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو خاموش کر دیگا۔

ہویٰ پرستی صراط سے دور لے جاتی ہے۔

اس ہویٰ پرستی اور خود غرضی کا مطلب بھی صراط سے گر جانا ہے۔ "آیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنا لیا ہے" [1] ہوا پرستی انسان کو قعر جہنم کی طرف کھینچتی ہے [2] جو شخص یہ کہتا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے، اپنے دل کی ہوس کے پیچھے دوڑتا ہے اور حرام و حلال کا لحاظ نہیں کرتا اس کی عاقبت اور انجام یہ ہے کہ وہ آگ کا راستہ اختیار کر لیتا ہے اور خدا کی بندگی اور راہ راست کو چھوڑ دیتا ہے۔ سورۂ یٰسین میں خدا کی بندگی کو صراط مستقیم بتایا گیا ہے، ایک بندے کی طرح زندگی بسر کرو، گردن کشی نہ کرو، اپنے کو آزاد مطلق اور مستقل حیثیت کا مالک نہ سمجھو، اور خدا کی مطلق حاکمیت کو سمجھو۔

گنہگار حقیقی غاصب ہے

جس ہستی نے تمھیں زبان عطا فرمائی ہے اس نے اس کے استعمال کیلئے کچھ حدود

---

[1] افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ سورہ جاثیہ آیت ۲۵

[2] فامّہ ھاویہ سورہ قارعہ آیت نمبر ۹۔

بھی معین فرمائے ہیں۔ حقیقی غاصب کون ہے؟ وہ شخص ہے جو خدا کے اس عطیئے اور امانت سے فحش باتیں کہتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے، غیبت کرتا ہے، تہمت لگاتا ہے، بغیر علم کے بات کہتا ہے، اور لوگوں کی آبرو ریزی کرتا ہے۔ یہ سارے تصرفات غاصبانہ ہیں۔ یہ تمہارے خدا کی ملک ہے اس پر تمہارے تصرفات اور اختیارات محدود ہیں۔ اسے مکمل طور پر اسکے حقیقی مالک کے زیر اثر ہونا چاہیئے [1]

جہنم دشمنان علیؑ کیلئے ہے

ارشاد ہے کہ اگر تمام خلقت علیؑ کی دوستی پر جمع ہو جاتی (اور علی علیہ السلام کی دوستی کے ساتھ دنیا سے جاتی) تو خدا جہنم کو پیدا ہی نہ کرتا۔ یقیناً جہنم دشمنان علیؑ کیلئے ہے۔ اگر تم پوچھتے ہو تو علیؑ کے دوست توبہ کے ساتھ مرتے ہیں، اور خود محبتِ علیؑ اس دنیا سے توبہ کے ساتھ اٹھنے کی موجب ہے اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ یہاں سے کوئی شخص آلودہ گیا تو برزخ میں پاک ہو جاتا ہے۔

علیؑ کا دوست جہنم میں نہیں رہے گا۔

محقق قمی فرماتے ہیں کہ جہنم میں خلود یعنی آگ میں ہمیشہ رہنا ان کے لیے ہے جو علیؑ کے دوست نہیں ہیں۔ اور شاید حدیث کے معنی بھی یہی ہوں کہ علیؑ کی دوستی کے ساتھ کوئی گناہ اُسے ہمیشہ جہنم میں نہیں روکتا۔ اس کیلئے کوئی ایسا خطرہ نہیں ہے جو آگ میں رہنے کا سبب بنے خواہ یہ رہائی تیس ہزار سال کے عذاب کے بعد ہو۔

---

[1] کتاب فاتحۃ الکتاب صفحہ ۶۸ - ۸۵ - ۱۵۱ - ۲۴۷ تا ۲۵۰ - ۲۹۲

بہشت اور دوزخ کی کنجیاں علیؑ کے ہاتھ میں

اخطب خوارزمی اور ثعلبی نے لکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل قیامت کے روز میرے لیے ایک بہت وسیع منبر نصب کیا جائے گا جس میں سَو زینے ہونگے۔ سب سے بلند زینے پر میں بیٹھونگا دوسرے زینے پر علیؑ ہوں گے اور سب سے نیچے والے زینے پر دو فرشتے بیٹھے ہوں گے۔ ان میں سے ایک کہیگا کہ اے محشر والو! میں رضوان خازن بہشت ہوں اور بہشت کی کنجی میرے پاس ہے۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ یہ جنت کی کنجی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کر دوں۔ اور دوسرا کہے گا کہ میں مالک داروغۂ جہنم ہوں۔ اور مجھے بھی حکم دیا گیا ہے کہ دوزخ کی کنجی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دوں۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ میں انھیں لیکر علی ابن ابیطالبؑ کو دیدونگا۔ اور خدائے تعالےٰ کے قول "القیا فی جہنم کل کفار عنید" [1] (یعنی القیا یا محمدؐ و علیؑ فی جہنم ....) کا مطلب یہ ہے کہ اے محمدؐ اور اے علیؑ تم دونوں ہر سرکش کافر کو دوزخ میں ڈال دو [2]

بزرگان دین قیامت کی برہنگی سے ڈرتے ہیں۔

کتاب معالم الزلفیٰ میں ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز جب عورتیں محشور ہونگی تو برہنہ ہوں گی۔ اس پر جناب فاطمۂ زہرا صلوات اللہ علیہا نے گریہ کرنا شروع کیا اور فرماتی تھیں "وا فضیحتا" اس وقت جبرئیل امین پیغمبرؐ پر نازل ہوئے اور عرض کیا کہ، خدا زہراؑ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہم

---

[1] سورۂ ق آیت ۲۴ [2] کتاب الامامت ص ۶۸ - ۷۲ -

زہراؑ کے ضامن ہیں کہ انھیں روز قیامت دو بہشتی حُلّے پہنائیں گے۔

امیر المومنین علیہ السّلام کی مادر گرامی فاطمہ بنت اسد جو ایک ایسی بی بی تھیں جنھیں ولادت فرزند کے موقع پر خانہ کعبہ کے اندر بلایا گیا اور وہ تین شبانہ روز وہاں مہمان رہیں، اور جو پیغمبرؐ کیلئے ماں کی حیثیت رکھتی تھیں قیامت کی برہنگی سے خوفزدہ ہوکر حضرت رسول خداؐ کے سامنے رونے لگیں اور آنحضرتؐ سے پناہ طلب کرکے خواہش کی کہ آپ اُنھیں اپنے پیراہن کے ایک پارچے کا کفن دیں۔

اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ جب سفر آخرت کیلئے آمادہ ہوئیں تو جناب فاطمہ زہراؑ کو جو اس وقت سات سال کی تھیں پیغمبر خداؐ کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ اپنے باپ سے کہو کہ میری ماں کہتی ہیں، آپ سے میری خواہش اور درخواست یہ ہے کہ مجھے اپنے پیراہن کا کفن دیں تاکہ محشر میں برہنہ نہ اٹھوں۔ یہ ہے روز قیامت سے بزرگان دین کے خوف کا ایک نمونہ۔ وہ دن جو بہت سخت ہے اور جس کے بارے میں خدا ارشاد فرماتا ہے جس روز اللہ کیطرف سے ایک بلانے والا ایک زشت و ناپسندیدہ امر کیلئے بلائے گا۔ نکر مادۂ انکار سے ہے جس چیز کو انسان خلاف معمول اور بری جانتا ہے اور وہ اسے خوف و اضطراب میں مبتلا کرتی ہے اسے نُکر کہا جاتا ہے (ایک قرأت سکون کاف کے ساتھ بھی ہے)۔

اور ان دو فرشتوں کو بھی جو کفار کیلئے قبر کی پہلی شب میں آتے ہیں اسی مناسبت سے نکیر اور منکر کہا جاتا ہے۔ چنانچہ مرحوم فیض اور دیگر حضرات کا قول ہے کہ فرشتوں کا آنا میت کے عمل سے متعلق ہے۔ اگر مرنے والا نیکوکار ہے تو بشیر اور مبشّر ورنہ نکیر اور منکر ہوتے ہیں۔ یعنی وہی دونوں فرشتے مومن کیلئے اچھی صورت میں بشارت کیلئے اور کافر اور فاسق کیلئے خوفناک صورت و ہیئت میں عذاب الٰہی سے ڈرانے کیلئے آتے ہیں، ورنہ ہیں دونوں طرح کے فرشتے ایک ہی۔ جیسے حضرت عزرائیل جو درحقیقت ہیں ایک ہی لیکن نیکوں کیلئے بہترین صورت میں اور

بدوں کیلئے بدترین اور مہیب ترین صورت و ہیئت میں آتے ہیں۔

میری غرض نکر کی مناسبت سے ہے۔ یہ آیت گنہگاروں کے بارے میں ہے جو ایسے امر کی جانب بُلا لیے جائیں گے جو اضطراب اور فریاد و زاری پیدا کرنیوالا ہے اور وہ روز حساب کا ہَول ہے۔[1]

بکھری ہوئی ٹڈیاں۔

خشّعاً ابصارھم یخرجون من الاجداث کانّھم جراد منتشر۔ یعنی درحالیکہ انکی آنکھیں خاشع اور جھکی ہوئی ہونگی۔ خشوع ایک قلبی امر ہے جس کا سرچشمہ دل ہے اور اس کا اثر اعضاء و جوارح سے ظاہر ہوتا ہے۔ خشوع سب سے زیادہ آنکھوں سے نمایاں ہوتا ہے کیونکہ دیگر اعضاء کے مقابلے میں قلب سے آنکھ کا ربط زیادہ ہے۔ ہر شخص کی خوشی اور غم اور شرم و حیا کو اُس کی آنکھوں میں پڑھا جا سکتا ہے اسی بنا پر خدائے تعالےٰ خشوع کو آنکھوں سے نسبت دیتا ہے جبکہ یہ دراصل قلب سے مربوط ہے۔ چونکہ ذلّت اور بدبختی کے آثار بھی آنکھوں پر طاری ہوتے ہیں لہٰذا فرماتا ہے کہ، "اُنکی آنکھیں خاشع اور جھکی ہوئی ہوں گی۔" "وہ قبروں سے باہر آئیں گے" اجداث جدث کی جمع ہے جس کے معنی قبر کے ہیں۔" درحالیکہ وہ بکھری ہوئی ٹڈیوں کے مانند ہوں گے"۔ یہ ٹڈیوں کے خصوصیات میں سے ہے کہ وہ پرواز کے وقت غیر منظم اور سرگرداں ہوتی ہیں۔ لیکن تم نے دیکھا ہوگا کہ وہ باہمی تنظیم و ترتیب کے ساتھ در و دیوار پر ٹوٹ پڑتی ہیں۔ اور تمام چیزوں کو کھا جاتی ہیں اور اسی سبب سے انمیں سے اکثر ہلاک بھی ہو جاتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ قبروں سے باہر آنے کے وقت

[1] کتاب حقایقے از قرآن ص۵۵۔

انسانوں کی حالت کو ٹڈیوں سے تشبیہ دیتا ہے کیونکہ وہ حیرت زدہ ہوں گے ایسی چیزیں دیکھیں گے جو کبھی نہ دیکھی ہوں گی اور ایسی جگہ جائیں گے جہاں کبھی نہ گئے ہوں گے۔ اسوقت اولین و آخرین سبھی جمع ہوں گے۔[1]

وہ لوگ جو مضطرب نہ ہوں گے۔

ہاں صرف کچھ لوگ ایسے ہوں گے جنھیں کوئی اضطراب نہ ہوگا۔ وہی لوگ جنھوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا ہے۔ اور خدائے تعالیٰ نے ان کے دلوں میں سکینہ اور قرار کو جاگزیں کیا ہے۔[2] اور وہ اسی حالت کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے ہیں اگر کوئی شخص یہاں عقیدے اور عمل کے لحاظ سے متزلزل ہے تو یقین رکھو کہ اُسے آخرت میں بھی اضطراب لاحق ہوگا[3] چونکہ وہ اِدھر یا اُدھر کسی جانب مستقل نہیں ہے لہٰذا اگر عقیدے کے اضطراب کے ساتھ مر گیا تو اسی طرح میدان حشر میں بھی مضطرب وارد ہوگا۔[4][5]

قیامت کا عذاب بہت سخت ہے

"والساعۃ ادھیٰ وامر" تاکید کیلئے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت

---

[1] کتاب حقائقے از قرآن ص۵۹

[2] ھو الّذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین۔

[3] من کان فی ھٰذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ۔

[4] کما تعیشون تموتون وکما تموتون تبعثون

[5] کتاب حقائقے از قرآن ص۶۰۔

ادھیٰ ہے، جس خوفناک اور مضطرب کرنے والی مصیبت سے فرار اور خلاصی کا کوئی راستہ نہ ہو اُسے داہیہ کہتے ہیں اور ادھیٰ اس کا فعل التفضیل ہے یعنی ہر وہ سختی اور غیر معمولی عذاب جس کا دنیا میں مشاہدہ ہوتا ہے۔ قیامت اُس سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ اگر کوئی شخص اُن بلاؤں میں مبتلا ہوگا تو دنیا کے عذاب کو بھول جائے گا جیسے کسی سانپ نے ڈس لیا ہو تو وہ مچھر کے کاٹنے کی پروا نہیں کرتا۔[1]

طالبین حقوق اور قیامت

تم نے قیامت کی ہولناکیوں کے بارے میں قرآن مجید کے اندر بار بار پڑھا ہوگا کہ روز قیامت ایک ایسا دن ہے جس میں ہر فرد بشر کو بلند کیا جائے گا۔ تاکہ سب لوگ اُسے دیکھ سکیں۔ اس کے بعد ایک منادی ندا کریگا جو شخص اس شخص پر کوئی حق رکھتا ہو وہ آجائے۔ اسوقت اپنے حقوق طلب کرنے والے اس کی طرف رُخ کریں گے۔ جن لوگوں کے بارے میں شاید ذاتی طور پر اسے خود کو احتمال نہ ہوگا کہ میں نے ان کے حقوق ادا نہیں کیے ہیں اس کے گرد جمع ہو جائیں گے۔ اس نے کسی کی آبروریزی کی ہوگی۔ کسی کی غیبت کی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا۔ یا کسی کا قرضدار رہا ہوگا اور اسے بھول گیا ہوگا، یہ سب اس سے اپنے اپنے حق کا مطالبہ کریں گے۔ اس بیچارے کو انھیں اپنی اپنی نیکیوں میں سے دینا ہوگا۔ نمونے کے طور پر روایتوں میں وارد ہے کہ ایک درہم مال کے عوض مقبول نمازوں کی سات سو رکعتیں دینا ہوں گی۔ اب اس سے بڑی مصیبت اور کیا ہوگی۔

---

[1] کتاب حقائقے از قرآن ص۱۹۶۔

اَمَرّ، مُرّ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں تلخ، اور اَمَرّ کے معنی ہیں بہت ہی تلخ تم اس دنیا میں جس ناگوار اور تلخ چیز کا تصور کر سکو قیامت اس سے بھی زیادہ تلخ ہے۔ اسقدر تلخ کہ بھائی بھائی سے، بیٹا ماں باپ سے، زوجہ شوہر سے اور شوہر زوجہ سے فرار کریگا[1]۔ اس خوف سے کہ یہ کہیں اپنے حق کا مطالبہ نہ کر بیٹھے[2]۔

اعضاء کی شہادت

قیامت کا ایک موقف اعضاء و جوارح کا بولنا ہے۔ ہر شخص کے اعضاء اس کے افعال کی گواہی دیں گے اور اس پر قرآن مجید کی نص موجود ہے[3] بلکہ جسوقت وہ شخص اعتراض کرے گا کہ تم میرے خلاف کیوں گواہی دے رہے ہو؟ تو وہ کہیں گے کہ یہ ہم اپنے اختیار سے نہیں کہہ رہے ہیں۔ بلکہ ہمیں خدا نے گویائی دی ہے[4][5]۔

آگ اور گمراہی مجرمین کے لیے

انّ المجرمین فی ضلالٍ وسعر۔ یعنی مشرکین یقیناً گمراہی اور آگ میں ہیں۔ اگرچہ لغت کے مطابق مجرم گنہگار کے معنی میں ہے لیکن آیات ماقبل کا قرینہ بتاتا ہے

[1] یوم یفرّ المرء من اخیه وامّه وابیه وصاحبته وبنیه
[2] ۔ کتاب حقائق از قرآن ص ۱۹۶۔ [3] یوم تشهد علیهم السنتهم وایدیهم وارجلهم بما کانوا یعملون سورہ ۲۴ آیت ۲۴
[4] وقالوا لجلودهم لم شهدتم علینا قالوا انطقنا الله الذی انطق کل شیٔ سورہ ۴۱ آیت ۲۱۔ [5] کتاب حقائق از قرآن ص ۱۹۷

کہ یہاں مشرک مراد ہے۔ یعنی مشرکین حق سے گمراہی میں ہیں (فی ضلالٍ من الحق) دنیا کے اندر ان کی تمام حرکتیں دور یہ ہیں یعنی وہ اپنے ہی گرد تانا بانا بنتے ہیں ان سے کوئی مثبت عمل سرزد نہیں ہوتا ہے جو ان کی پیش رفت کا باعث بنے۔ ان کی تمام قوتِ غور و فکر دولت جمع کرنے، اور جاہ و منصب، اور شہرت و ریاست حاصل کرنے کیلئے وقف ہوتی ہے جس کا نتیجہ خدا کی راہ سے گمراہی ہے۔ سُعر جنون کے معنی میں ہے۔ اور ممکن ہے دونوں سے دنیا کے اندر ضلال و سعر مراد ہو اور اُن سے جنون کے معنی مراد لیے گئے ہوں۔ یعنی مشرکین گمراہی میں ہیں اور دیوانے ہیں چنانچہ بحار الانوار کے اندر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک روایت منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رسولخداؐ کی ایک دیوانے سے ملاقات ہوئی آپ نے اس کا حال پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ دیوانہ ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ بل هو مصاب۔ بلکہ مصیبت زدہ ہے اور ایک بلا میں گرفتار ہے۔ انّما المجنون من اثر الدّنیا علی الاٰخرۃ۔ دراصل مجنون تو وہ شخص ہے جو دنیا کو آخرت پر اختیار ہے۔

نجات کا راستہ کھو دیتے ہیں

ضلال و سعر کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ دونوں آخرت سے متعلق ہیں۔ قیامت کے روز مشرکین بہشت کے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں اور اسے حاصل نہیں کر سکتے[1]

یوم یسحبون فی النّار علی وجوههم۔ یعنی جس روز مشرکین منہ کے بل آگ میں جھونک دیئے جائیں گے وہ ایسا دن ہوگا کہ مشرکین کو

[1] فضرب بینهم بسورٍ له باب باطنه فیه الرحمة وظاهره من قبله العذاب ۔۔ سورہ ۵۷، آیت ۱۳۔

کھنیچتے ہوئے آگ کیطرف لیجائیں گے اور انھیں منہ کے بھل اسمیں گرادیں گے چونکہ وہ دنیا میں حق سے روگردانی کرتے تھے لہٰذا کل قیامت کے روز انھیں جہنم میں اوندھے منہ ڈالدیا جائے گا، اور آن سے کہا جائیگا کہ "ذوقوا مس سقر" (یعنی چکھو جہنم کی آگ کا مزہ)

چکھو آتشِ جہنّم کا مزہ!

سقر جہنّم کا نام ہے اور امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جہنّم میں ایک بیابان ہے جسے سقر کہتے ہیں[1] اور دوسری روایت میں ارشاد ہے کہ سقر جہنّم کا ایک طبقہ ہے۔ اس نے خدا سے ایک سانس لینے کی اجازت مانگی۔ جب اُسے اجازت مل گئی تو اس نے ایک ایسی سانس کھینچی کہ جہنّم کے شعلے بھڑک اُٹھے۔ یہ باتیں کوئی قصہ کہانی نہیں ہیں بلکہ ایسی حقیقتیں ہیں جو ہمیں جھنجھوڑ کے رکھدیں تاکہ ہم ایسے خطرناک مواقف کے بارے میں غور وفکر سے کام لیں، اور ان سے امن وامان حاصل کرنے کی کوشش کریں جب تک کہ موت کے وقت ملائکۂ رحمت کا مشاہدہ نہ کرلیں اور رحمت خدا کی آواز نہ سن لیں کہ ہمیں بہشت میں طلب کیا جارہا ہے۔[2]

ہمیں آرام سے نہ بیٹھنا چاہیئے بلکہ ہمیشہ خوف کے عالم میں رہنا چاہیئے کہ خدانخواستہ دنیا سے بغیر ایمان کے اٹھیں اور بغیر توبہ کیے ہوئے مرجائیں۔ آیا کوئی شخص بھی یہ اطمینان رکھتا ہے کہ بہترین حالات میں اُسکی موت آئے گی؟[3]

---

[1] ان فی جھنّم وادیا یقال لہ سقر۔ [2] یا ایّتھا النفس المطمئنّۃ ارجعی الیٰ ربّک راضیۃ مرضیّۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی سورہ ۸۹ آیت ۲۷ تا ۳۰
[3] کتاب حقایقے از قرآن ص ۳۰۰۔

قیامت میں منتشر اجزاء پھر جمع کیے جائیں گے

عجیب بات یہ ہے کہ اجزاء اور ذرّات دوبارہ منتشر ہوجاتے ہیں جس وقت جو یا گیہوں باپ کے گلے سے نیچے اترتا ہے تو جسم کے تمام اجزاء اور ذرات میں منقسم اور منتشر ہوجاتا ہے پھر اسے دست قدرت باپ کے صلب میں یکجا کردیتا ہے اور یہ مادۂ تولید کے مخزن سے رحم مادر میں منتقل ہوتا ہے۔ "تم دیکھتے ہو کہ ہم نے کس طرح سے متفرق ذرّات کو جمع کردیا اور انہیں سے کچھ درست حالت میں آگئے۔ اس کے بعد ان منتشر اور پراگندہ ذرّات کو پھر جمع کریں گے۔"

قرآن مجید میں اس مطلب کو بار بار یاد دلایا گیا ہے۔ "کہدو کہ اسے وہی ہستی زندہ کرے گی جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا ہے"[1]

قدرت کا وہی ہاتھ جس نے ابتدا میں متفرق ذرّات کو جمع کیا ہے انتشار کے بعد انھیں دوبارہ جمع فرمائیگا۔ تمہارے سامنے اس طرح سے معاد کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ "آیا تم پھر بھی تعجب کرتے ہو اور کہتے ہو کہ آیا جب ہم مرجائیں گے اور خاک ہوجائیں گے تو اس کے بعد دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟"[2] [3]

موت کے بعد زمین کی زندگی

اگر اب بھی کوئی تردّد یا شبہ باقی ہو تو اپنے پاؤں کے نیچے زمین کا مشاہدہ کرو اور دیکھو کہ سردی کے موسم میں کس طرح موت کی حالت میں رہتی ہے

---

[1] قل یحییھا الّذی انشأھا اوّل مرّۃ۔ سورہ ۳۶ آیت ۷۹
[2] اذا متنا وکنّا ترابًا، انّا لمبعوثون۔ سورہ ۳۷ آیت ۱۶
[3] کتاب بندگی راز آفرینش جلد اول ص ۱۴۱۔

اور نباتات خشک لکڑی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ لیکن موسم بہار کے شروع ہوتے ہی اس کو ایک نئی زندگی عطا ہوتی ہے۔ اس نے آثار حیات کی بارش ہونے لگتی ہے اور طرح طرح کے پیڑ پودے رنگ برنگ میووں کے ساتھ پیدا ہونے لگتے ہیں۔ یہ ہے موت کے بعد زندگی۔[۱]

خدا نے جہنمیوں کو پیدا ہی کیوں فرمایا؟

دوسری بات یہ ہے کہ جب خدا جانتا تھا کہ یہ مخلوق سعادت و نیکبختی کا راستہ اختیار نہیں کرے گی تو اسے پیدا ہی کیوں فرمایا؟۔ اے انسان! مجموعی طور پر تیری یہ چون و چرا تیری حد سے آگے ہے۔ تجھے کہنا یہ چاہیئے کہ میں نہیں جانتا اور خلقت کے بنیادی راز کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ نہ یہ کہ اعتراض کرے اور حکمت الہٰی کا منکر ہو جائے۔ البتہ اس شبہے کے جواب میں صرف ایک سادہ سی مثال کے ذریعے مطلب کو واضح کرتا ہوں اگر کوئی صاحب اقتدار اور کریم النفس بادشاہ اپنے ملک میں بسنے والے افراد کی تعداد کے مطابق اپنے خزانے میں طرح طرح کے لباس، مال و زر اور جواہرات وغیرہ جمع کر کے اس کے بعد اپنے خزانے، اپنے محل اور اپنے مہمان خانے کے دروازے کھولدے اور عام طور سے اجازت دیدے کہ جو شخص آنا چاہے آ سکتا ہے درحالیکہ یہ جانتا ہو کہ ادھر اُدھر کچھ ایسے لوگ بھی لگے ہوئے ہیں جو چاہتے ہیں کہ ان محتاجوں کو محتاج خانے ہی میں مشغول رکھیں۔ لہٰذا اس طرح ضرور تمندوں کی ایک جماعت محروم رہ جائے گی۔ مثلاً کسی نے آواز دی کہ وہاں نہ جاؤ، ایسا کوئی اعلان نہیں ہوا ہے۔ چند لوگ تو ان بدبختوں کی بات

۱؎ کتاب بندگی راز آفرینش جلد اول ص ۱۴۱۔

سنتے اور چند لوگ نہیں سنتے ہیں۔ ایسی صورت میں جبکہ بادشاہ جانتا ہے کہ کچھ لوگ خرابہ نشینی اختیار کریں گے تو کیا اپنے خزانے کے دروازے بند کر دے۔؟ اس کا کام تو دعوت دینا اور نعمتوں کو ہر طرف پہنچانا ہے۔ اب اگر چند افراد نہیں آتے تو خود انہیں کا نقصان ہے۔[۱]

اصل غرض رحمت اور فضل کو وسعت دینا ہے

اے انسان! خدا جملہ افرادِ بشر کو پذیرائی کیلئے دعوت دیتا ہے حالانکہ پہلے ہی سے جانتا ہے کہ سب نہیں آئیں گے۔[۲]

؎ گر جملہ کائنات کافر گردند　　بر دامن کبریاش ننشیند گرد

(یعنی اگر ساری کائنات کافر ہو جائے تب بھی اسکے دامن کبریائی پر گرد نہیں پڑے گی)

اس مقام پر ایک لطیف نکتہ اور چند حقائق ہیں اگر یہ سارے افراد بشر نہ آئیں بلکہ صرف ایک شخص آ جائے تو خدا کی قدرت و رحمت اور کرامت و عظمت کے ظہور کیلئے کافی ہے۔ میری غرض یہ ہے کہ رب العزت کی شان آمادہ کرنا اور دعوت عام دینا ہے۔ البتہ مخلوقات کو چاہیئے کہ اپنے اختیار سے آئیں اور غنی ہو کے پلٹیں۔ اور نہ زور زبردستی سے اور ایسے اختیار سے بھی نہیں ہوں جنہیں شیطان کا تسلط کام رہا ہو اور ہوی و ہوس کا ہجوم ہو۔

بعض لوگ اس مقام پر یہی کہتے ہیں کہ یہ سب چھوڑ دو، دنیا گزرتی جا رہی ہے نقد کو ہاتھ سے نہ دو، کون مر کے زندہ ہوا ہے؟ یعنی فقراء محتاج خانے کو نہ چھوڑیں۔۔۔

۱؎ کتاب بندگی راز آفرینش جلد اول ص ۱۴۲

۲؎ انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا سورہ ۷۶ آیت ۳

واللہ یدعوا الی دار السلام سورہ ۱۰ آیت ۲۵۔

عالم مادّہ وطبیعت اور دنیا کی مسرّتوں اور خوشیوں کو ترک نہ کرو، تمھیں آخرت اور بہشت سے کیا سروکار؟ تمھیں تو یہ چاہیئے کہ حیوانات کے جوار میں رہو۔ تمھیں جوار محمدؐ وآل محمد علیہم الصلوٰۃ والسّلام سے کیا کام؟ یہ ہے شیطان اور اسکی صدا۔ اب چونکہ یہ شیطانی باتیں ہیں اور بیشتر لوگ اس کی باتیں سنتے بھی ہیں تو کیا خدا اپنی بارگاہ فضل وکرم کو سب کے لیے بند کر دے؟

تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ خدا جانتا تھا کہ یہ اور وہ نہیں آئیں گے تو انھیں کیوں پیدا کیا؟ یہ بچکانہ باتیں ہیں۔ ہم عالم خلقت کے اسرار میں خیال آرائی نہیں کرسکتے جس سے یہ سمجھ سکیں کہ ملک الملوک نے اس خلقت میں کون کون سی حکمتیں اور اسرار اور رموز پوشیدہ رکھے ہیں اور اس میں کون سی مصلحتیں کارفرما ہیں جنھیں وہ خود جانتا ہے یا اس کی درگاہ کی مقرب ہستیاں۔

عمر سعدؔ اور ملک رے کی شیطانی آواز

عمر سعدؔ کا معاملہ کیا تھا؟ ملک رے کیلئے ایک نفسانی آواز اور شیطانی دعوت، کہ اگر تو کربلا جائے اور حسینؑ سے جنگ کرے تو حکومت رے تیرے قبضے میں آجائے گی۔ اُس نے بہشت کیلئے حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتنی کثیر دعوتوں میں سے ایک کو بھی قبول نہیں کیا۔ صرف شیطانی دعوت پر لبیک کہی اور وہ بھی کسطرح کہ اسے اپنے خیال میں درست قرار دیتا ہے اور مرضیٔ الٰہی پر اسطرح قلم پھیرتا ہے کہ حسینؑ کو قتل کرکے اپنا مطلب حاصل کریگا اس کے بعد اگر آخرت بھی کوئی چیز ہے تو توبہ کر لیگا۔ رحمانی اور شیطانی ندائیں قیامت تک کیلئے تھیں اور ہیں اور رہیں گی۔ یہ دونوں ندائیں ہر شخص کیلئے ہیں، بلکہ ہرفرد کیلئے روزمرہ یہ دو قسم کی ندائیں باقی ہیں[1]

[1] - کتاب بندگی راز آفرینش ص ۱۷۹۔

موت قدرت خداوندی کا نمونہ

اس کلمے کے مثل یا اس سے بالاتر حضرت علی علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ جنازوں کے مانند کوئی موعظہ نہیں ہے[1] اگر تم دیکھنا چاہتے ہو کہ قدرت صرف ذات خداوندی کیلئے ہے تو جانکنی کے وقت پر غور کرو[2] کیونکہ تم خود بھی اس منزل سے گزرنے والے ہو ایک پہلوان ہرطرح کی قدرت وطاقت رکھنے کے باوجود اب ایک مکھّی کو بھی نہیں اڑا سکتا۔ بولنے کی پوری صلاحیت رکھتا تھا لیکن اسوقت کلمۂ لاالٰہ الاّ اللہ کہنا چاہتا ہے اور نہیں کہہ سکتا۔ یا وصیت کرنا چاہتا ہے اور نہیں کرسکتا ہے تو شدید دشواری کے ساتھ[3]۔ اس کے علاوہ اور کوئی قدرت بھی اس کے پاس نہیں۔ بلکہ روز اول ہی سے نہیں تھی۔ وہ آرزو کرتا ہے کہ اپنے گھر پہنچ جائے لیکن نہیں پہونچ سکتا اور کسی صحرا میں یا کسی سواری پر یا کسی گلی کوچے میں موت سے دوچار ہوتا ہے وہ جتنی بھی تمنائیں رکھتا ہے اُن پر کوئی دوسرا ارادہ کارفرما ہے۔ تم کیا ہو؟ اور پہلے سے بھی کچھ نہیں تھے۔ آج تمہارا اشتباہ اور غلط فہمی کھل کے سامنے آرہی ہے تم کس لیے عبرت حاصل نہیں کرتے؟ کتنی زیادہ مشینیں اور انجن کے ذریعے چلنے والی سواریاں ایسی ہیں جو اپنے مالک کے لیے وبال جان اور قاتل بن گئیں؟ کتنی ہی عمارتیں ایسی ہیں جنھیں تعمیر کرنے والوں نے پوری جانکاہی اور محنت کے ساتھ تعمیر کیا لیکن ان کے اندر سے انکے جنازے نکالے گئے؟

اب تم اس دنیا کے مزید اشتیاق اور وابستگی میں کمی کرو اور عالم باقی کے مشتاق بنو، خدا کس کس طرح سے متنبہ اور متوجہ کرتا ہے لیکن یہ بشر عبرت

[1] وکفی واعظا بالموت عاینتموها۔ نہج البلاغہ
[2] یامن فی القبور عبرته یامن فی الممات قدرته (جوشن کبیر)
[3] لا یستطیعون توصیة ولا الی اهلهم یرجعون۔

حاصل کرنے کے لیے تیار نہیں [1]

بنی ہاشم کے نام امام حسین علیہ السّلام کا خط

گویا کہ دنیا دراصل تھی ہی نہیں (واقعاً جس شخص نے چالیس پچاس سال کی عمر پائی ہو وہ ایسا ہے کہ جیسے ابھی آیا ہو) لیکن آخرت کیلئے قطعاً فنا نہیں ہے ہمیشہ سے تھی اور اب بھی ہے۔ یہ امام حسین علیہ السّلام ہیں جن کا دل دوسرے عالم کیطرف متوجہ ہے۔ آپ نے کربلا پہنچنے کے موقع پر بھی انھیں مضامین کا خط لکھا ہے [2]۔

خداوندا! واسطہ امام حسین علیہ السّلام کا تو ہمیں اپنی بقا کا شوق اور آخرت کی محبت عنایت فرما۔ امام حسین علیہ السّلام موت کے اتنے زیادہ مشتاق ہیں کہ چاہتے ہیں، جلد از جلد اپنے نانا پیغمبر خداؐ، اپنے پدر بزرگوار علی مرتضیٰؑ، اپنی ماں فاطمۂ زہراؑ، اور اپنے بھائی حسن مجتبیٰؑ سے جا ملیں۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کی ملاقات کے کس قدر مشتاق تھے اسی طرح امام حسین علیہ السّلام بھی اپنے چھوٹے ہوئے اقرباء کو دیکھنے کیلئے بے چین ہیں۔ اور بعد کو آپ نے اس سے آگاہ بھی فرما دیا کہ میں کربلائی ہوں جو شخص کرب و بلا کی ہوس رکھتا ہو تو بسم اللہ صلی اللہ علیک یا ابا عبد اللہ۔ [3] و [4]

---

[1] - ما اکثر العبر واقل الاعتبار۔ [2] کتاب کامل الزیارات میں روایت ہے کہ حضرت سید الشہداؑ نے کربلا سے ایک خط اپنے بھائی محمد حنفیہ اور دیگر بنی ہاشم کو اسطرح لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم من الحسین بن علی الی محمد ابن علی ومن قبلہ من بنی ہاشم اما بعد کان الدنیا لم تکن وکان الآخرۃ لم تزل۔ والسلام۔ [3] جس وقت امامؑ نے مکے سے روانگی کا قصد کیا تو یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ الحمد للہ ولا قوۃ الا باللہ وصلی اللہ علی رسولہ خط الموت علی ولد آدم مخط القلادۃ علی جید الفتاۃ وما اولہنی الی اسلافی اشتیاق یعقوب الی یوسف۔ الی آخرہ نفس المہموم صـ ۸۷۔ [4] کتاب بندگی راز آفرینش صـ ۲۵۷ تا صـ ۲۵۹۔

برزخ میں عزادار حسینؑ کی فریاد رسی

تیسرا موقف برزخ ہے۔ یعنی قبر سے قیامت تک۔ روح کے بدنِ مثالی سے متعلق ہونے کے بعد اگر مرنے والا نیکوکاروں میں سے ہے تو اس کا مظہر جوار امیر المؤمنین علیہ السلام میں وادی السلام ہے اور اگر اشقیا اور بدکاروں میں سے ہے تو اس کا محل ظہور وادی البرہوت میں ہے اگر وہ مکمل طور سے پاک و پاکیزہ دنیا سے اٹھا ہے تو برزخ راحت کے اندر مسرت و شادمانی اور لذت کے عالم میں ہے۔ اور اگر گناہ یا حق الناس اور مظالم سے آلودہ ہے تو دیوار میں ٹھونکی ہوئی میخ کے مانند فشار میں ہے ۔۔ آیا کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ اس دنیا سے حتمی طور پر پاکباز اٹھیگا اور بندوں کا کسی طرح کا حق اس کے ذمے نہ رہ جائے گا؟ آیا اس نے اپنی ساری زندگی میں کسی کی آبرو ریزی نہیں کی ہے؟ کسی کی غیبت نہیں کی ہے؟۔ ان تمام صورتوں میں راہ چارۂ تدبیر کیا ہے؟ اسی حدیث مبارک میں امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں۔ وان الموجع قلبہ فینا لیفرح فیہ .... یعنی جس شخص کا دل ہماری مصیبت میں بے چین ہو تو موت کے وقت اسے ایسی فرحت نصیب ہوگی جو تا قیام قیامت تک باقی رہے گی۔ یعنی اُسے عالم برزخ میں کوئی رنج و غم نہ ہوگا [1]

محشر میں حسینؑ کے زیر سایہ

امام حسین علیہ السّلام پر گریہ کرنے کا اچھا اثر قیامت میں بھی ظاہر ہوگا ورنہ ظاہر ہے کہ روز قیامت کیسا دن ہے۔ تم اس دن کے بارے میں آیات قرآنی کے ذریعے کم و بیش واقفیت رکھتے ہی ہو گے۔ خدا ایسے دن کی فزع اکبر"

---

[1] - کتاب سید الشہداء علیہ السّلام صـ ۹۳۔

(یعنی سب سے بڑا خوف و ہراس) سے تعبیر فرماتا ہے اس روز وحشت و اضطراب سبھی کو اپنی گرفت میں لے لیگا۔ اور کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو مضطرب نہ ہو[۱]۔ روز قیامت امن و امان کیلئے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ایک حدیث مبارک منقول ہے کہ "من ترک السعی فی حوائجہ فی یوم العاشور ...... الخ یعنی جو شخص روز عاشورا اپنے امور معطل رکھے یعنی کسب معاش اور اپنے دیگر کاموں کے پیچھے نہ جائے (جیساکہ بنی امیہ اپنی کور چشمی سے اس دن کو متبرک جانتے تھے) اور اپنی روزانہ معیشت کیلئے بھی کوئی کام انجام نہ دے تو خدائے تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت کی حاجتیں برلائے گا۔ اور جس شخص کیلئے روز عاشورا حزن و اندوہ کا دن ہو تو اسکے لیے ہمارا شاید بھی یہ جملہ ہے کہ "جعل اللہ یوم القیامۃ یوم سرورہ" یعنی اس کے عوض فردائے قیامت جو سب کے لیے ہول اور خوف کا دن ہوگا اس کیلئے خوشی اور سرور کا دن ہوگا۔

ایک اور سخت موقف حساب کا موقف ہے۔ اس وقت کا تصور کرو جب خدا فرمائے گا کہ تم خود اپنا نامۂ اعمال پڑھو[۲] اس وقت ہر شخص اپنے ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل کو بھی دیکھے گا اگر عمل نیک ہے تو اس کی جزا بھی نیک اور اگر بد ہے تو اسکا بدلہ بھی برا دیا جائے گا[۳] رہی یہ بات کہ موقف حساب پر کتنی دیر تک ٹھہرنا ہوگا؟ تو اس میں اشخاص کے حالات کی مناسبت سے فرق ہوگا جس شخص کا حساب طول کھینچے گا تو یہ چیز خود ہی اس کیلئے ایک مصیبت اور سخت روحانی عذاب ہوگی

---

[۱] ان زلزلۃ الساعۃ شیٔ عظیم یوم ترونہا تذہل کل مرضعۃ عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملہا[۲] اقرأ کتابک بنفسک الیوم حسیبا۔ [۳] فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔

کیونکہ وہ بیچارہ اس جاں گسل ذہنی کرب میں مبتلا ہوگا کہ نجانے اس کا انجام کیسا ہونے والا ہے؟ وہ نہیں جانتا کہ آیا وہ بہشتی ہے یا جہنمی؟ لیکن کچھ افراد ایسے بھی ہیں کہ روایات کی نص کے مطابق اُس مدت تک جب لوگ حساب میں مبتلا ہوں گے یہ عرش کے سایے میں رہیں گے، اور یہ امام حسین علیہ السّلام کے عزادار ہیں یہ اس وقت حضرت سید الشہداؑ کے جوار میں ہوں گے جب دوسرے لوگ حساب دینے کی اذیت جھیل رہے ہوں گے۔ یہ اپنے آقا کی خدمت میں یعنی حقیقی جنت کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوں گے[۱]۔

تکمیل خلقت کے بعد روح پھونکنا

اسی بنا پر خدا کیلئے ایک دوسری خلقت ضروری ہے۔ عالم مثالی، اور برزخ یا قیامت کے عوالم۔ فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں نشأۃ ثانیہ یا دوسری خلقت کے بارے میں کہتے ہیں کہ نشأۃ اخریٰ عبارت ہے۔ رحم کے اندر جنین کی تکمیل کے بعد اس کے بدن میں روح انسانی پھونکنے سے۔ خدائے تعالےٰ نے انسان کو پہلے خاک سے اس کے بعد نطفے سے اس کے بعد علقے سے اس کے بعد مضغے سے درست کیا۔ اس کے بعد ہڈی پیدا کی اور اس کے بعد ہڈی پر گوشت چڑھایا اور جب یہ جسمانی ساخت چار ماہ کی مدت میں پوری ہوئی تو اس وقت دوسری تخلیق کی جو انسان کی روح تھی[۲]۔

---

[۱] کتاب سید الشہداؑ ص۸۴ [۲] ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشأناہ خلقا آخر فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ سورہ ۲۳، آیت ۱۴۔

اس مقام پر کہتے ہیں کہ یہ معنی زیادہ مناسب ہیں کہ ہم رحم کے اندر نطفے کے انعقاد کو بدن کی تکمیل تک نشأۃ اولیٰ اور روح انسانی کی خلقت کو نشأۃ اُخریٰ سمجھیں۔ اس لیے کہ اس سے قبل کی آیتیں روح کی جہت کے بغیر صرف خلقت جسم کے بارے میں ہیں۔[1]

زناکار کا برزخی عذاب

امام جعفر صادق علیہ السّلام نے یہ بھی فرمایا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان یا یہودی یا نصرانی یا مجوسی، آزاد یا کنیز عورت سے حرام کاری کرے اور اسکے بعد توبہ نہ کرے بلکہ اس گناہ پر اصرار کے ساتھ دنیا سے اٹھے تو خدائے تعالیٰ اس کی قبر میں عذاب کے ایسے تین سو دروازے کھولتا ہے کہ ہر دروازے سے آگ کے سانپ، بچھو اور اژدہے برآمد ہوتے ہیں اس کے بعد فرماتے ہیں کہ وہ روز قیامت تک جلتا رہیگا۔[2]

صحرائے محشر میں زناکار کی بدبو

اور جب وہ اپنی قبر سے باہر آئے گا تو اس کی بدبو سے لوگوں کو اذیت ہوگی، چنانچہ وہ اسی شدید بدبو سے پہچان لیا جائے گا اور لوگ جان لیں گے کہ یہ زناکار رہے یہاں تک کہ حکم دیا جائے گا کہ اسے لازمی طور سے آگ میں ڈال دیا جائے۔ خداوند عالم نے محرّمات کو قطعی حرام فرمایا ہے اور ان کے لیے حدود معین فرمائے ہیں بس کوئی شخص خدا سے زیادہ غیرت مند نہیں ہے اور یہ غیرت الٰہیہ ہی کا نتیجہ ہے کہ فحش کاموں کو

---

[1] ۔ کتاب تفسیر سورۂ نجم (معراج) صفحہ ۲۷

[2] ۔ کتاب گنا ہان کبیرہ جلد اول صفحہ ۲۰۲ ۔

حرام فرمایا ہے۔[3]

میں تمہارے لیے برزخ سے ڈرتا ہوں

عمرو بن یزید سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے عرض کیا کہ میں نے آپ کا یہ قول سنا ہے کہ ہمارے تمام شیعہ بہشت میں ہونگے خواہ ان کے گناہ کیسے ہی ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا، میں نے صحیح کہا ہے، خدا کی قسم وہ سب کے سب بہشتی ہیں۔ میں نے کہا، میں آپ پر فدا ہو جاؤں حقیقتاً گناہ تو بہت ہیں اور بڑے بڑے ہیں۔ فرمایا لیکن قیامت میں، اس روز پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا آپکے وصی کی شفاعت سے تم سب کے سب بہشت میں ہوگے لیکن خدا کی قسم میں تمہارے لیے برزخ میں ڈرتا ہوں۔ میں نے عرض کیا، برزخ کیا چیز ہے؟ تو فرمایا برزخ قبر ہے موت کے وقت سے روز قیامت تک۔[1]

---

[2] من زنى بامرأة مسلمة او يهودية او نصرانية او مجوسية حرة او امة ثم لم يتب ومات مصرا عليه فتح الله له فى قبره ثلاث مأة باب يخرج منها حيات وعقارب وثعبان من النار فهو يحترق الى يوم القيامة فاذا بعث من قبره تاذى الناس من نتن ريحه فيعرف بذلك وما كان يعمل فى دار الدنيا حتى يومر به الى النار۔ الا وان الله حرم الحرام و حد الحدود فما احد اغير من الله تعالى۔ ومن غيرته حرم الفواحش (وسائل الشيعه)۔

[3] کتاب گنا ہان کبیرہ جلد اول صفحہ ۲۰۲ ۔ [1] قلت لابى عبد الله انى سمعتك يقول كل شيعتنا فى الجنة على ما كان فيهم۔ قال، صدقتك كلهم والله فى الجنة۔ قلت جعلت فداك ان الذنوب كثيرة كبائر۔ قال۔ اما فى القيامة فكلكم فى الجنة لشفاعة النبى المطاع او وصى النبى، ولكن والله اتخوف عليكم فى البرزخ۔ قلت وما البرزخ قال القبر منذ حين موته الى يوم القيامة (كتاب كافى)

کل آنسوؤں کے بدلے خون روئیں گے

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن مسعود کے لیے اپنی وصیتوں میں فرمایا کہ گناہ کو چھوٹا نہ سمجھو اور گناہان کبیرہ سے پرہیز کرو کیونکہ قیامت کے روز جب بندہ اپنے گناہ کو دیکھے گا تو اُس کی آنکھوں سے پیپ اور خون جاری ہوگا۔ خدا فرماتا ہے۔ قیامت وہ دن ہے جس میں ہر شخص اپنے نیک اور بد عمل کو اپنے سامنے موجود پائے گا اور آرزو کرے گا کہ کاش اس کے اور اس کے گناہوں کے درمیان لمبا فاصلہ ہوتا[1]۔

اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بھی مروی ہے کہ ایک بندہ اپنے گناہوں میں سے ایک گناہ کیلئے سو سال تک قید میں رکھا جائے گا[2][3]۔

پہلے اپنے برزخ کو طے کرے

کام اس منزل تک پہنچنا چاہیے کہ خود بینی سے کوئی واسطہ نہ رہ جائے۔ خدا کی یاد اس کے وجود کے اندر ایسا عمل کرے کہ خود اس کی اپنی شخصیت درمیان سے ہٹ جائے اور وہ اپنی خودی سے نجات پا جائے۔ اسطرح جس وقت اسکی موت آئے گی تو وہ اپنے برزخ سے پہلے ہی گذر چکا ہوگا۔ اور ایسے مقام پر پہنچیگا جہاں

---

[1]۔ لا تحقرن ذنباً ولا تصغرنه واجتنب الكبائر فان العبد اذا نظر الى ذنوبه دمعت عيناه دماً قيحاً. يقول الله تعالى يوم تجد كل نفس ما عملت من خير محضراً وما عملت من سوء تود لو ان بينها وبينه امداً بعيداً (بحار الانوار جلد ۱۷)

[2]۔ ان العبد يحبس على ذنب من ذنوبه مائة عام۔ (کتاب کافی)

[3]۔ کتاب گناہان کبیرہ جلد اول ص ۱۳

دیا ئے خدا کی منزل ہوگی۔ اور جن کے سردار حضرت ابو عبد اللہ الحسینؑ کے اصحاب ہوں گے۔ شہدائے کربلا عرش کے نیچے امام حسین علیہ السّلام کی حضوری میں اسقدر مسرور ہیں کہ خود حوریں انہیں پیغام بھیجتی ہیں کہ ہم تمہارے مشتاق ہیں لیکن یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم حسین علیہ السّلام کا جوار کیونکر چھوڑ سکتے ہیں؟۔

جوارِ حسینؑ میں عطائے الٰہی

امام حسین علیہ السّلام کی بارگاہ میں حاضری اسقدر فرحت بخش ہے کہ وہ حوروں کی پرواہ نہیں کرتے۔ محبت کا عالم بھی عجیب ہے۔ یہ وہی عطایائے الٰہی اور عظیم عنایتیں ہیں[1] جنہوں نے کسی کے دل میں بھی خطور نہیں کیا ہے نہ صرف یہ کہ کسی آنکھ نے نہیں دیکھا ہے اور کسی کان نے نہیں سنا ہے۔ بلکہ کسی دل سے بھی نہیں گزری ہیں[2]۔ بالآخر مقام ذکر یہاں تک پہنچتا ہے کہ خود اپنی شخصیت فراموش ہو جاتی ہے۔ ذکر مستقل صورت اختیار کر لیتا ہے حتی کہ اپنے لیے کوئی خودی نظر نہیں آتی۔

حزقیلؑ نے کس چیز سے عبرت حاصل کی؟

مروی ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السّلام سے ترکِ اولیٰ سرزد ہوا تو وہ پہاڑوں اور بیابانوں میں روتے اور نالہ و فریاد کرتے ہوئے چلتے رہتے تھے۔

---

[1] این مواهبك الهنيئة این منايعك السنية (دعائے ابوحمزہ ثمالی)

[2]۔ اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر۔

یہاں تک کہ ایک ایسے پہاڑ پر پہونچے جس کے اندر ایک غار تھا اور اس میں ایک عبادت گزار پیغمبر حضرت حزقیلؑ مقیم تھے۔ انھوں نے جب پہاڑوں اور حیوانات کی آوازیں سُنیں تو سمجھ لیا کہ حضرت داؤدؑ آئے ہیں (کیونکہ حضرت داؤدؑ جس وقت زبور پڑھتے تھے تو سبھی اُن کے ساتھ نالوں میں شریک ہو جاتے تھے) حضرت داؤدؑ نے اُن سے کہا کہ کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں اوپر آجاؤں؟۔ انھوں نے کہا کہ آپ گنہگار ہیں۔ حضرت داؤدؑ نے رونا شروع کیا تو حضرت حزقیلؑ کو وحی پہونچی کہ داؤدؑ کو اُن کے ترک اولیٰ پر سرزنش نہ کرو، اور مجھ سے عافیت طلب کرو، کیونکہ میں جس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہوں وہ ضرور کسی خطا میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت حزقیلؑ حضرت داؤدؑ کا ہاتھ پکڑ کے انھیں اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت داؤدؑ نے کہا، اے حزقیلؑ! تم نے کبھی کسی گناہ کا قصد کیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں۔ انھوں نے پھر پوچھا، کبھی تمھارے اندر عُجب اور خود پسندی پیدا ہوئی؟۔ انھوں نے کہا، نہیں۔ پھر دریافت کیا کہ آیا دنیا اور اس کی خواہشات کی طرف کبھی آپ کا دل مائل ہوا؟ انھوں نے کہا، ہاں۔ حضرت داؤدؑ نے پوچھا کہ، اب اس کا علاج کس چیز سے کرتے ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا میں اس شگاف میں داخل ہو جاتا ہوں اور جو کچھ وہاں ہے اس سے عبرت حاصل کرتا ہوں۔ حضرت داؤدؑ ان کے ہمراہ اس شگاف میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک آہنی تخت بچھا ہوا ہے جس پر کچھ بوسیدہ ہڈیاں ہیں، اور اسی تخت کے پاس لوہے کی ایک تختی رکھی ہے۔ حضرت داؤدؑ نے لوہے کو پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا۔ میں اروای بن شلم ہوں، میں نے ہزار سال بادشاہی کی، ہزار شہر بسائے، اور ہزار کنواری لڑکیوں کو اپنے تصرف میں لایا۔ لیکن بالآخر میرا انجام یہ ہوا کہ

خاک میرا بستر ہے، پتھر میرا تکیہ ہیں، اور سانپ اور چونٹیاں میرے ہمسایے ہیں بس جو شخص مجھے دیکھے وہ دنیا کا فریب نہ کھائے۔[۱]

جسکی آخری خواب گاہ چند مٹھی خاک ہے...

یہ تھی ایک بادشاہ کی سرگزشت اور اس کا انجام بہرحال مومن کو چاہیئے کہ اپنے کو تلقین کرے کہ بالفرض میں نے شیطان اور نفس کی بات سُنی۔ ہوا و ہوس کے جال میں پھنسا اور دنیا اور اس کی مسرتوں کے پیچھے دوڑا یہ سرگرمی کب تک؟ اگر کوئی شخص اپنی ذات کیلئے بہت زیادہ ہاتھ پاؤں مارے تو کیا اسے موت نہ آئے گی؟ میں چاہے جس قدر جان لڑاؤں اس بادشاہ کے مانند نہیں ہو سکتا، لیکن اس کا انجام بھی نگاہوں کے سامنے ہے

س~ آنکہ را خوابگی آخر بہ دو مشتے خاک است

گو چہ حاجت کہ بر افلاک کشی ایواں را

(یعنی جس کی آخری خوابگاہ دو مٹھی خاک ہے اس سے کہو کہ تجھے یہ فلک بوس محل بنانے کی کیا ضرورت ہے؟) میری غرض یاد دہانی اور نصیحت ہے۔ اگر انسان اپنے کو بالکل آزاد چھوڑ دے اور متنبہ نہ کرے تو اس کا نفس بے لگام ہو جاتا ہے اسے چاہیئے کہ کوہ (پہاڑ) کے مانند رہے کاہ (گھانس) کے مانند نہیں، کہ ایک وسوسے کی وجہ سے شیطان کے پیچھے چلنے لگے۔ اسے اپنے ظاہری زرق برق سے چشم پوشی کرکے اپنے انجام کار کو دیکھنا چاہیئے۔[۲]

---

[۱] عین الحیواۃ مجلسی علیہ الرحمہ ص۱۷۲

[۲] کتاب استعاذہ ص۸۴

زیارت قبور خود تمہارے لیے ہے

یہ بہرحال ضروری ہے کہ خود تمہارے وجود کے اندر ایک واعظ و نصیحت کرنے والا موجود رہے۔ شرع مقدس میں زیارت قبور اور بالخصوص والدین کی قبروں کی زیارت کیلئے جو اس قدر تاکید کی گئی ہے وہ کس لیے ہے؟ اس مقام سے جب تم فاتحہ پڑھتے ہو تو انھیں پہنچ جاتا ہے۔ اور صدقہ جہاں سے بھی دو وہ اس سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ لیکن ارشاد ہے کہ اپنے باپ کی قبر پر جاؤ کیونکہ وہ دعا قبول ہونے کا مقام ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ خود تمہارے لیے ہے کہ تم اس بات پر متوجہ رہو کہ تمہارے باپ نہیں رہے۔ اسی طرح تم بھی نہ رہو گے اور جلد یا بہ دیر ان سے جا ملو گے۔ دوروزہ دنیا کا فریب نہ کھاؤ اور وسوسوں کو اپنے دل میں جگہ نہ دو۔ خلاصہ یہ کہ غفلت میں نہ رہو۔[۱]

فاطمۂ زہرا شہدائے اُحد کی قبروں پر

صدیقۂ کبریٰ جناب فاطمۂ زہرا سلام اللہ علیہا کے حالات میں وارد ہے کہ آپ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اُن مصیبتوں کی وجہ سے جو آپکو پہونچیں بیمار ہو گئیں۔ اس کے باوجود ہر دو شنبے اور پنجشنبے کو امیرالمومنین حضرت علی علیہ السّلام سے اجازت لے کے اُحد میں اپنے چچا حمزہ اور دیگر شہدائے اُحد کی قبروں پر تشریف لے جاتی تھیں۔ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی مرض الموت کی حالت میں باوجود یہ کہ بخار میں مبتلا تھے اور چلنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے پھر بھی فرماتے تھے کہ میری بغلوں میں ہاتھ دیکر مجھے قبرستان بقیع تک پہنچا دو۔
خداوندا ہمیں بھی اہل ذکر اور نصیحت یافتہ افراد میں قرار دے۔[۲]

۱و۲۔ ۵۔ کتاب استعاذہ ص ۸۶۔

بَرزخ

یعنی موت کے وقت سے قیامت تک انسانی حیات۔ "ومن ورائھم برزخ الیٰ یوم یبعثون" سورہ ۲۳، آیت ۱۰۰۔ (اور ان کی موت کے بعد برزخ ہے اُس روز تک جب وہ اٹھائے جائیں گے)۔ اس بات کو یقین کے ساتھ جان لینا چاہیئے کہ کوئی انسان موت سے نیست و نابود نہیں ہوتا ہے۔ موت انسان کی روح اور جسم کے درمیان جدائی کا نام ہے اور اس سے روح کا جسم سے مکمل قطع تعلق ہو جاتا ہے۔ اس جدائی کے بعد جسد مردہ مٹی کے اندر فاسد اور منتشر ہو جاتا ہے اور بالآخر بالکل خاک ہو جاتا ہے۔ روح اس کی جدائی کے دوران ایک لطیف جسم کے ساتھ رہتی ہے۔ جو شکل و صورت میں اسی مادی جسم کی مانند ہوتا ہے لیکن شدّت لطافت کی وجہ سے حیوانی آنکھوں سے دیکھا نہیں جا سکتا۔

اس امر پر یقین رکھنا چاہیئے کہ موت کے بعد عقاید اور اعمال کے بارے میں پرسشیں اور سوالات ہوں گے لہٰذا ان کے جوابات کے لیے آمادہ اور مستعد رہنا چاہیئے۔ لیکن ان کی کیفیت اور تفصیل جاننا ضروری نہیں ہے۔ ساتھ ہی یقین رکھنا چاہیئے کہ برزخ میں فی الجملہ ثواب و عقاب بھی ہے، یعنی اپنے عقاید اور کردار کے اثرات سے بہرہ مندی حاصل رہنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ قیامت کبریٰ میں مکمل ثواب الٰہی اور بہشت جاودانی تک رسائی ہو، یا پناہ بخدا ہمیشہ کے عذاب میں گرفتاری ہو۔ بہت سے مومنین ایسے ہیں جن کا کردار اچھا نہیں رہا۔ اُن کا حساب اسی برزخی عذاب سے اسطرح برابر ہو جاتا ہے کہ قیامت میں ان کے لیے کوئی سزا نہیں۔

(حالات برزخ کی تفصیل کتاب "معاد" میں لکھی جا چکی اس طرف رجوع کریں)۔

یقین مذکور کیلئے لازم ہے کہ عقائد حقہ کی پختگی اور استحکام میں اس طرح سعی کریں کہ وہ دل میں مضبوطی سے جگہ پکڑ لیں تاکہ پرسش اور سوالات کے وقت مبہوت اور حیران نہ ہوں۔ نیز جلد سے جلد اور زیادہ سے زیادہ واجبات اور مستحبات میں سے ہر عمل خیر بجالانے کی کوشش کریں۔

خلاصہ یہ کہ موت کے بعد کی زندگی کیلئے نیک اعمال کی کاشتکاری سے ایک لحظے کیلئے بھی غافل نہ بیٹھے کیونکہ وقت بہت تنگ اور فصل کاٹنے کا وقت بہت قریب ہے۔ ایک انسان اور اس کے اعمال کے نتائج کے درمیان سوا موت کے اور کوئی چیز حائل نہیں ہے اور وہ بھی ہر لحظہ انسان کو خوفزدہ کر رہی ہے۔

یقین قیامت پر یعنی اس دن پر جس میں تمام اوّلین و آخرین افراد بشر دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اور سب ایک جگہ جمع ہوں گے۔ جس روز آفتاب اور ماہتاب میں کوئی روشنی نہوگی۔ جس روز پے در پے زلزلوں کے نتیجے میں پہاڑ ریزہ ریزہ اور ریگ بیابان کے مانند نرم ہو جائیں گے جس روز زمین اور آسمان بدل دیئے جائیں گے۔ جس روز انسانوں کی ایک جماعت مکمل امن و امان، شادمانی، اور سفید و روشن چہروں کے ساتھ آئے گی، اور ان لوگوں کے نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھوں میں ہونگے اور دوسرا گروہ انتہائی شدت و اضطراب، رنج و اندوہ اور سیاہ روئی کا حامل ہوگا، اور ان کے نامۂ اعمال انکے بائیں ہاتھوں میں ہوں گے۔

یہ وہی دن ہوگا جسے خداوند عالم نے بزرگ بتایا ہے، اور یہ اس ہولناک ہوگا کہ بزرگان دین بھی اسے یاد کر کے خوف زدہ، غمگین، گریاں اور نالاں ہو جاتے تھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ہر بیدار دل رکھنے والا انسان جب قرآن مجید میں اس کے حالات اور اوصاف کو پڑھتا ہے اور غور کرتا ہے تو اس کا سکون و قرار رخصت ہو جاتا ہے۔ اس کا دل دنیا اور اس کی

خواہشوں سے ہٹ جاتا ہے، اور اس روز کے ہول سے خدا کی پناہ مانگتا ہے۔ اس بات کا جاننا کوئی ضروری نہیں ہے کہ قیامت کب برپا ہوگی۔ اسی طرح اس کے بعض خصوصیات اور کیفیات کا جاننا بھی نہ ضروری ہے نہ فائدہ مند بلکہ انکے بارے میں سوالات کرنا بیجا ہے۔ کیوں کہ یہ خدائے تعالیٰ کے مخصوص علوم میں سے ہے۔ البتہ اس روز کے جن مواقف کی تصریح قرآن مجید میں موجود ہے۔ ان کا جاننا لازم بلکہ ان پر یقین کرنا واجب ہے۔ اور ان مواقف سے عبارت ہے میزان، صراط، حساب، شفاعت، بہشت اور دوزخ، جیساکہ آئندہ ذکر ہوگا۔[1]

برزخ

لغت میں برزخ کے معنی ایسے پردے اور حائل کے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان واقع ہو اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے ملنے نہ دے۔ مثلاً دریائے شور و شیریں دونوں موجیں مار رہے ہیں لیکن خدائے تعالیٰ نے ان کے درمیان ایک ایسا مانع قرار دیا ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے پر حاوی نہیں ہو سکتا۔[2] اور اسی کو برزخ کہتے ہیں۔ لیکن اصطلاح کے مطابق برزخ ایک ایسا عالم ہے جسے خداوند عالم نے دنیا اور آخرت کے درمیان قائم فرمایا ہے تاکہ یہ دونوں اپنی اپنی خصوصیت اور کیفیت کے ساتھ باقی رہیں۔ یہ دنیوی اور اخروی امور کے مابین ایک عالم ہے۔

برزخ میں سر کا درد، دانتوں کا درد یا دوسرے امراض اور درد موجود

---

[1] کتاب قلب سلیم ص ۲۴۷۔

[2] مرج البحرین یلتقیان بینهما برزخ لا یبغیان۔ (سورۂ رحمٰن)۔

نہیں ہیں، یہ سب اس عالَمِ مادّی کے ترکیبات کا لازمہ ہیں۔ البتہ اُس جگہ مجردات ہیں۔ جن کا مادے سے تعلق نہیں ہے۔ لیکن وہ صریحی طور سے آخرت بھی نہیں ہے۔ یعنی گنہگاروں کے لیے ظلمت محض اور اطاعت گزاروں کے لیے نور محض نہیں ہے۔ لوگوں نے امامؑ سے سوال کیا کہ برزخ کا زمانہ کون ہے؟ تو فرمایا۔ موت کے وقت سے اُس وقت تک جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے[1] اور قرآن مجید میں ارشاد ہے "اور ان کے پیچھے ایک برزخ ہے روز قیامت تک[2و3]"

عَالم مثالی۔ بدن مثالی

برزخ کو عالم مثالی بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ اسی عالم کے مانند ہے۔ لیکن صرف صورت اور شکل کے لحاظ سے۔ البتہ مادے اور خواص وخصوصیات کے لحاظ سے فرق رکھتا ہے۔ موت کے بعد ہم ایک ایسے عالم میں وارد ہوتے ہیں کہ یہ دنیا اس کے مقابلے میں ایسی ہی محدود ہے جیسے شکم مادر اس دنیا کی نسبت سے۔

برزخ میں تمہارا بدن بھی بدن مثالی ہے۔ یعنی شکل کے اعتبار سے تو بالکل اسی مادّی جسم کے مطابق ہے لیکن اس کے علاوہ جسم اور مادّہ نہیں ہے بلکہ لطیف ہے اور ہوا سے بھی زیادہ لطیف۔ اس کے لیے کوئی چیز مانع نہیں ہے جس مقام پر بھی قیام کرے ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ اس کے لیے دیوار کے اِسطرف اور اُسطرف کا کوئی سوال نہیں ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ،

---

[1] ۔ من حین موتہ الیٰ یوم یبعثون (بحار الانوار)
[2] ۔ ومن ورائھم برزخ الیٰ یوم یبعثون۔ [3] کتاب معاد ص ۳۰۔

اگر تم اُس بدن مثالی کو دیکھو تو کہو گے کہ یہ تو بالکل وہی دنیاوی جسم ہے[1] اس وقت اگر تم اپنے باپ کو خواب میں دیکھو تو اسی دنیاوی بدن میں مشاہدہ کروگے۔ لیکن ان کا جسم اور مادّہ تو قبر کے اندر ہے، یہ صورت اور بدن مثالی ہے۔ برزخی جسم۔

وہ آنکھیں رکھتا ہے۔ جو انھیں مادی آنکھوں کی ہم شکل ہیں لیکن اُنمیں چربی وغیرہ نہیں ہے، اُنہیں درد نہیں ہوتا، قیام قیامت تک دیکھتی رہیں گی۔ وہ بخوبی دیکھ سکتی ہیں۔ نہ ان آنکھوں کی طرح کبھی کمزور ہوتی ہیں نہ عینک وغیرہ کی احتیاج رکھتی ہیں۔ حکماء اور متکلمین اُس کو اُس تصویر سے تشبیہ دیتے ہیں جو آئینے میں نظر آتی ہے لیکن انھی صورت میں کہ اُسکے اندر دو شرطیں پائی جاتی ہوں، ایک قیام بالذات، یعنی اس طرح کہ خود اپنے وجود سے قائم ہو۔ نہ کہ آئینے اور دیگر ادراک وشعور کے ذریعے بدن مثالی اپنی ذات پر قائم اور فہم وشعور کا حامل ہوتا ہے۔ اُسکی مثال وہی خواب ہیں جو تم دیکھتے ہو، کہ ایک چشم زدن میں طویل مسافتیں طے کر لیتے ہو، کبھی مکے پہنچ جاتے ہو اور کبھی مشہد مقدس۔ اس عالم میں ایسی طرح طرح کی کھانے پینے اور نوش کرنے کی چیزیں زیبا اور دلربا صورتیں، اور نغمے موجود ہیں جن میں سے کسی ایک پر بھی دنیا والے دسترس نہیں رکھتے لیکن مثالی جسموں کے اندر بسنے والی روحیں اُن تمام چیزوں سے بہرہ اندوز ہوتی اور رزق حاصل کرتی ہیں[2]۔ البتہ اس عالم میں

---

[1] ۔ لورأیتہ لقلت ھو ھو (بحار الانوار)
[2] ۔ ولا تحسبنّ الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربّھم یرزقون۔ (سورۂ آل عمران آیت ۱۶۹)

خورد و نوش کی اشیاء اور دیگر نعمتیں سبھی لطیف ہیں، اور ان کا مادے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی بنا پر جیسا کہ روایتوں میں وارد ہوا ہے ممکن ہے کہ ایک ہی چیز مومن کے ارادے کے مطابق مختلف صورتوں میں مبدل ہو جائے مثلاً زرد آلو موجود ہو۔ لیکن وہ شفتالو چاہتا ہے تو شفتالو بن جائے۔ یہ سب تمہارے ارادے پر منحصر ہوگا۔ چنانچہ ایک روایت میں حضرت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا، میں نے اپنے چچا سید الشہداء حمزہ کو (بعد شہادت) دیکھا کہ ان کے سامنے جنت کے انار کا ایک طبق رکھا ہوا ہے اور وہ ان میں سے نوش فرما رہے ہیں۔ ناگہاں وہ انار انگور ہو گئے اور انھوں نے نوش فرمائے۔ پھر میں نے دیکھا کہ دفعتاً وہ انگور رطب کی صورت میں آ گئے۔[1]

میرا مقصد ایک چیز کا مختلف چیزوں کی صورتوں میں بدل جانا ہے کیونکہ وہ مادّہ نہیں ہے اور لطیف ہے۔[2]

تاثیر اور تاثّر کی شدّت

اس دنیا پر عالم برزخ کی برتری اور امتیازی خصوصیات میں سے تاثیر کی قوت ہے، حکمت الٰہیہ کے بارے میں ایک علمی بیان ہو چکا ہے۔ جو عام انسانوں کے سامنے پیش کرنے کی چیز نہیں ہے لہٰذا ہم اس موضوع کی طرف صرف ایک اشارہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

---

[1] بقیہ روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا، میں نے اپنے چچا سے پوچھا کہ یہاں کونسی چیز زیادہ مؤثر اور نتیجہ خیز ہوتی ہے؟ تو انھوں نے کہا۔ یہاں تین چیزیں زیادہ کام آتی ہیں۔ اول پیاسے کو پانی پلانا دوم آپ پر اور آپ کی آل پر صلوٰۃ بھیجنا اور سوم علیؑ کی محبت۔ [2] کتاب معاد ص ۱۳۱۔

(مدرک یعنی ادراک کرنے والا۔ اور ادراک ہونے والا جس قدر زیادہ لطیف ہوگا ادراک بھی زیادہ قوی ہوگا)۔

یہ میوے، شیرینیاں، اور لذتیں جو ہم چکھنے اور کھانے سے حاصل کرتے ہیں عالم برزخ کے میوؤں، شیرینیوں اور لذتوں میں سے صرف ایک قطرہ ہیں ان کی اصل و بنیاد اسی مقام پر ہے۔ اگر حور عین کی صورت کا ایک گوشہ بھی کھل جائے تو آنکھیں خیرہ ہو جائیں۔ حور کا نور اگر اس عالم میں آ جائے تو آفتاب کے نور پر غالب آ جائے۔ حق یہ ہے کہ جمال مطلق اسی جگہ ہے۔ پروردگار عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے[1] جو کچھ زمین پر ہے اُسے ہم نے اُس کیلئے زینت قرار دیا ہے، لیکن ایسی زینت جو باعث امتحان ہے۔ تاکہ چھوٹے کو بڑے سے اور نادان بچے کو عقلمند سے تمیز دی جا سکے اور معلوم ہو جائے کہ کون شخص اس بازیچے سے شاد و مسرور ہوتا ہے اور کون اس کے قریب نہیں آتا بلکہ لذتِ حقیقی، جمالِ واقعی اور سچی خوشی کی تلاش میں رہتا ہے۔

اجمالی طور پر میرا مقصد یہ ہے کہ تاثیر کی شدّت اور قوّت عالم برزخ میں ہے۔ جس کا اس دنیا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ بعض اوقات اُس عالم کی حقیقت و اصلیت کے کچھ نمونے سامنے بھی آ جاتے ہیں جو دوسروں کے لیے باعث عبرت ہیں۔ منجملہ اُن کے مرحوم نراقی نے خزائن میں اپنے ایک موثق اور معتمد دوست کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ مجھے اپنی جوانی کی عمر میں اپنے باپ اور چند رفیقوں کے ہمراہ اصفہان میں عید نوروز کے موقع پر دید اور بازدید کے لیے جاتا تھا۔ چنانچہ ایک سہ شنبے کو اپنے ایک رفیق کی بازدید کیلئے گیا جس کا مکان قبرستان کے قریب تھا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ گھر میں نہیں ہیں۔

---

[1] انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لھا لنبلوھم ایھم احسن عملا۔ سورہ ۱۸ آیت ۷۔

ہملوگ ایک لمبا راستہ طے کرکے آئے تھے لہٰذا خستگی دور کرنے اور اہل قبور کی زیارت کیلئے قبرستان چلے گئے اور وہاں تھوڑی دیر کیلئے بیٹھ گئے۔ رفیقوں میں سے ایک شخص نے قریب کی ایک قبر کی طرف رُخ کرکے مزاح کے طور پر کہا، اے صاحب قبر! عید کا زمانہ ہے۔ کیا آپ ہمارا خیر مقدم نہیں کریں گے؟ ناگہاں ایک آواز آئی کہ ایک ہفتہ بعد سہ شنبے ہی کو اسی جگہ آپ سب لوگ ہمارے مہمان ہوں گے۔ اس آواز سے ہم سبھی کو وحشت پیدا ہوگئی اور ہم نے خیال کیا کہ آیندہ سہ شنبے سے زیادہ زندہ نہیں رہیں گے، لہٰذا اپنے کاموں کی درستی اور وصیت وغیرہ میں مشغول ہوگئے لہٰذا موت کے آثار ظاہر نہیں ہوئے۔ سہ شنبے کو تھوڑا دن چڑھنے کے بعد ہم لوگ جمع ہوئے اور طے کیا کہ اُسی قبر پر چلنا چاہیئے۔ شاید اُس آواز سے ہماری موت مراد نہیں تھی۔ جسوقت ہم قبر پر پہنچے تو ہم میں سے ایک شخص نے کہا۔ اے صاحب قبر! اب اپنا وعدہ پورا کرو! ایک آواز آئی کہ تشریف لائیے! (اس جگہ یہ بات قابل توجہ ہے کہ خدائے تعالےٰ کبھی کبھی نگاہوں کے سامنے حائل اور مانع دیدار برزخی پردے کو ہٹا دیتا ہے تاکہ عبرت حاصل ہو) اس وقت ہماری آنکھوں کے سامنے کا منظر بدل گیا۔ اور ملکوتی آنکھ کھل گئی۔ ہم نے دیکھا کہ ایک انتہائی سرسبز و شاداب اور خوشنما باغ ظاہر ہوا اس میں صاف و شفاف پانی کی نہریں جاری ہیں۔ درختوں پر ہر قسم کے اور ہر فصل کے میوے موجود ہیں۔ اور اُن پر طرح طرح کے خوش الحان پرندے نواسنجی کر رہے ہیں باغ کے درمیان ہم ایک شاندار اور آراستہ عمارت میں پہونچے تو وہاں ایک شخص انتہائی حسن و جمال اور صفائی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور بہت ہی خوبصورت خادموں کی ایک جماعت اس کی خدمت میں مصروف تھی۔ جب اُس نے ہم کو دیکھا تو اپنی جگہ سے اٹھ کے عذر خواہی کی۔ وہاں ہم نے انواع

و اقسام کی شیرینیاں، میوے اور ایسی چیزیں دیکھیں جنھیں کبھی دنیا میں نہ دیکھا تھا بلکہ ان کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔

میرا اصل مقصود ان کا یہ جملہ ہے۔ کہ جس وقت ہم نے انھیں کھایا تو وہ اتنے لذیذ تھے کہ ہم نے کبھی ایسی لذّت نہیں چکھی تھی۔ اور ہم جس قدر بھی کھاتے تھے سیر نہیں ہوتے تھے۔ یعنی پھر بھی کھانے کی خواہش باقی رہتی تھی۔ مختلف اقسام کے دیگر میوے اور شیرینیاں بھی لائی گئیں اور ساتھ ہی طرح طرح کی دوسری غذائیں بھی موجود تھیں جن کے ذائقے مختلف تھے۔

ایک ساعت کے بعد ہم لوگ اٹھے کہ دیکھیں اب کیا صورت پیش آتی ہے۔ اُس شخص نے باغ کے باہر تک ہماری مشایعت کی۔ میرے باپ نے اُس سے پوچھا کہ، تم کون ہو کہ خدائے تعالیٰ نے تمھیں ایسی وسیع اور شاندار جگہ عنایت فرمائی ہے کہ اگر چاہو تو ساری دنیا کو اپنا مہمان بنا سکتے ہو، اور یہ کونسی جگہ ہے؟ اُس نے کہا کہ میں تمھارا ہم وطن اور فلاں محلّے کا فلاں قصّاب ہوں۔ ہم لوگوں نے کہا، اتنے بلند درجات اور مقامات ملنے کا سبب کیا ہے؟۔ اُس نے جواب دیا کہ، دو سبب تھے، ایک یہ کہ میں نے اپنی دوکانداری میں کبھی کم نہیں تولا تھا۔ اور دوسرا یہ کہ میں نے اپنی ساری زندگی میں کبھی اول وقت کی نماز ترک نہیں کی تھی۔ اگر گوشت کو ترازو میں رکھ چکا ہوتا تھا اور مؤذن کی صدائے اللّٰہ اکبر بلند ہوتی تھی تو میں اُسے وزن نہیں کرتا تھا اور نماز کیلئے مسجد چلا جاتا تھا۔ اِسی لیے مرنے کے بعد مجھے یہ مقام دیا گیا ہے۔ گذشتہ ہفتے جب تم نے وہ بات کہی تھی تو اُس وقت تک مجھے دعوت دینے کی اجازت حاصل نہ تھی۔ چنانچہ میں نے اس ہفتے کے لیے اذن حاصل کیا۔ اس کے بعد ہم لوگوں میں سے ہر فرد نے اپنی مدّتِ عمر کے بارے میں سوال کیا اور

اُس نے جواب دیا۔ منجملہ اُن کے ایک استاد مکتب کے لیے کہا کہ تم نوّے سال سے زیادہ عمر پاؤگے، چنانچہ وہ ابھی زندہ ہے۔ اور میرے لیے کہا کہ تم فلاں کیفیت اور حالت میں رہو گے اور تمہاری زندگی میں اب مزید دس پندرہ سال باقی رہ گئے ہیں۔ اس کے بعد ہم نے خدا حافظ کہا۔ اور اس نے ہماری مشایعت کی۔ ہم نے پھر پلٹنا چاہا تو دفعتاً نظر آیا کہ ہم اسی پہلی جگہ قبر کے اوپر بیٹھے ہوئے ہیں [1]۔

حالات آخرت کے بارے میں ایک روایت

جس وقت مولائے متقیان علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کی مادر گرامی جناب فاطمہ بنت اسد نے وفات پائی تو امیر المؤمنینؑ روتے ہوئے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ اور کہا کہ میری ماں نے اس دنیا سے انتقال فرمایا۔ حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ میری ماں نے رحلت کی ہے اس لیے کہ وہ معظمہ پیغمبرؐ سے بہت ہی محبت کرتی تھیں۔ اور ایک مدت تک آنحضرتؐ کے ساتھ بالکل ماں کی طرح سلوک کیا تھا۔ کفن دینے کے وقت آنحضرتؐ اپنا پیراہن لائے اور فرمایا کہ انھیں پہنا دیا جائے۔ قبر کے اندر خود تھوڑی دیر کے لیے لیٹے اور دعا فرمائی۔ پھر دفن کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہوئے اور کچھ دیر بعد بلند آواز سے فرمایا، (ابنک ابنک لا عقیل ولا جعفر) لوگوں نے پیغمبر خداؐ سے پوچھا کہ ان اعمال کا سبب کیا تھا؟ تو فرمایا کہ ایک روز قیامت کی برہنگی کا ذکر ہوا تو فاطمہ بنت اسد رونے لگیں اور مجھ سے خواہش کی میں اپنا پیراہن انھیں پہناؤں۔ وہ

[1] کتاب معاد ص ۳۲۔

فشار قبر سے بھی ڈرتی تھیں، اسی وجہ سے میں انکی قبر میں لیٹ گیا تھا۔ اور دعا کی تھی۔ (تاکہ خدا انھیں فشار قبر سے محفوظ رکھے) لیکن میں نے جو یہ کہا تھا کہ (ابنک ...) تو اس کا سبب یہ تھا کہ جب فرشتوں نے ان سے خدا کے بارے میں سوال کیا۔ تو انھوں نے کہا، اللہ۔ پیغمبر کے بارے میں پوچھا تو کہا، محمدؐ۔ لیکن جب امام کے بارے میں سوال ہوا تو انھیں جواب میں تردد ہوا، اسی لیے میں نے کہا، کہدو، تمہارا فرزند علیؑ، نہ جعفر اور نہ عقیل۔ (معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات اس لیے پیش آئی کہ یہ واقعہ غدیر خم اور خلافت امیر المؤمنینؑ کے صریحی اعلان سے قبل پیش آیا تھا) اس مقام پر کافی گفتگو اور وعظ و نصیحت کی جا سکتی ہے فاطمہ بنت اسد جیسی جلیل القدر اور عظیم المرتبت خاتون، ایسی محترم بی بی جو شریف ترین مقام خانہ کعبہ میں تین روز تک خدا کی مہمان رہ چکی تھیں، ایسی مخدرہ جنکا شکم مبارک حضرت امیر المؤمنینؑ کے جسم مطہر کی پرورش کا اہل اور محل تھا، اور یہ دوسری عورت تھیں جو پیغمبر خداؐ پر ایمان لائی تھیں، اپنی تمام تر عبادتوں کے باوجود آخرت کی سختیوں سے اس قدر ڈرتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ ایسا معاملہ فرماتے ہیں تو ہمیں سوچنا چاہیئے کہ ہمارا کیا حال ہوگا۔

اب ہم اپنے اصل مطلب پر واپس آتے ہیں کہ مخبر صادق یعنی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ، سوال و جواب، فشار قبر اور برہنگی قیامت وغیرہ برحق ہیں۔ [1]

[1] کتاب معاد ص ۴۲۔

جسمانی بدن میں روح کی تاثیر

ہرچند برزخ میں نعمت وخوشحالی یا عذاب وعقاب روح کیسلئے ہوتا ہے لیکن روح کی قوت کے تحت بدن خاکی بھی متاثر ہوتا ہے جیساکہ کبھی کبھی حالت روحانی کی شدت کے اثر سے یہ بدن قبر کے اندر بھی بوسیدہ نہیں ہوتا۔ اور ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی تروتازہ رہتا ہے۔ اس موضوع کے شواہد بھی بہت سے ہیں، مثلاً ابن بابویہ علیہ الرحمۃ کے ڈیڑھ سو سال قبل تقریباً فتح علی شاہ کے دور میں جب تعمیراتی کام چل رہا تھا اور اس سلسلے میں لوگ سرداب کے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ ان بزرگوار کا جنازہ بالکل تروتازہ ہے اور کفن بھی قطعاً بوسیدہ نہیں ہوا ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ عجیب بات یہ تھی کہ نوسو سال سے زیادہ گزرنے کے بعد بھی آپ کے ناخنوں سے حنا کا رنگ برطرف نہیں ہوا تھا۔

اسی طرح کتاب روضات الجنات میں لکھتے ہیں کہ ۱۲۳۸ سنہ کے دوران بارش کی وجہ سے شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کے مقبرے میں رخنہ اور خرابی پیدا ہوگئی تھی لہٰذا لوگوں نے چاہا کہ اسکی اصلاح اور تعمیر کو دیں۔ چنانچہ جب قبر مبارک کے سرداب میں پہنچے تو دیکھا کہ اُن کا جسم مطہر قبر کے اندر بالکل صحیح وسالم ہے درحالیکہ وہ تنومند اور تندرست تھے اور ان کے ناخنوں پر خضاب کا اثر تھا۔ یہ خبر تہران میں مشہور ہوگئی اور فتح علی شاہ کے کانوں تک پہونچی تو خود بادشاہ علماء کی ایک جماعت اور اپنے ارکان دولت کے ہمراہ تحقیق کے لیے گیا اور اس واقعے کی صورتِ حال اُسی طرح پائی جس طرح سُنی تھی۔ چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا کہ اُس شگاف یا سوراخ کو بند کر کے عمارت کی تجدید اور آئینہ بندی کیجائے۔ [1]

[1] کتاب معاد ص۴۳۔

برزخ کہاں ہے؟

ممکن ہے کہ بعض لوگوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اس قدر طول اور تفصیل کے ساتھ عالم برزخ کہاں واقع ہے؟ یقیناً ہماری عقل اس کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہے البتہ روایات میں کچھ تشبیہیں وارد ہوئی ہیں مثال کے طور پر زمینوں اور آسمانوں سمیت یہ سارا عالم دنیا عالم برزخ کی نسبت سے ایسا ہی ہے جیسے کسی بیابان کے اندر کوئی انگوٹھی پڑی ہو جب تک انسان اس دنیا میں ہے سیب کے اندر ایک کیڑے یا شکم مادر کے اندر ایک بچے کے مانند ہے جس وقت اسے موت آجاتی ہے اور آزاد ہو جاتا ہے تو کہیں اور نہیں چلا جاتا بلکہ قطعاً اسی عالم وجود میں رہتا ہے لیکن اس کی محدودیت ختم ہو جاتی ہے اس کے لیے زمان ومکان کی قید نہیں ہوتی، یہ قیود تو اس دنیا یعنی عالم مادّہ وطبیعت کی چیزیں ہیں۔

اگر شکم مادر کے اندر بچے سے کہا جائے کہ تمہارے اس مسکن سے باہر ایک ایسی وسیع دنیا موجود ہے جس کے مقابلے میں یہ شکم مادر کوئی حقیقت نہیں رکھتا تو وہ اس کو سمجھنے سے قاصر ہوگا،

اسی طرح ہمارے لیے عوالم آخرت قابل ادراک نہیں ہیں۔ کیونکہ ہماری نظر صرف محسوسات تک محدود ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ، کوئی شخص نہیں جانتا، کہ اس کے لیے کون کسی چیزیں چھپا کی گئی ہیں [1]

ہاں اتنا ضرور ہے کہ چونکہ مخبر صادق نے خبر دی ہے لہٰذا ہم بھی اسکی تصدیق کرتے ہیں۔ عالم برزخ اس دنیا پر محیط ہے جس طرح یہ دنیا رحم مادر

[1] فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملون سورہ ۳۲ آیت ۱۷

کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس سے بہتر تعبیر نہیں کی جاسکتی ؎۱

روحیں آپس میں اُنس اختیار کرتی ہیں

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے مولا امیر المؤمنین علیہ السّلام کو دیکھا کہ کوفے کے دروازے میں صحرا کی جانب رُخ کیے ہوئے استادہ ہیں اور گویا کسی سے مکالمہ یا گفتگو فرما رہے ہیں، لیکن میں نے کسی دوسرے کو نہیں دیکھا۔ میں بھی کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ کافی دیر تک کھڑا رہنے سے تھک کر بیٹھ گیا اور جب خستگی دور ہوئی تو دوبارہ کھڑا ہو گیا۔ اسی طرح پھر خستہ ہو کے بیٹھا اور کھڑا ہوا۔ لیکن امیر المومنین علیہ السّلام اسی طرح استادہ اور گفتگو میں مصروف رہے۔ میں نے عرض کیا، یا امیر المومنینؑ۔ کس سے گفتگو فرما رہے ہیں؟، تو فرمایا کہ میری یہ بات چیت مومنین کے ساتھ اُنس ہے۔ میں نے عرض کیا، مومنین؟۔ تو فرمایا ہاں جو لوگ اس دنیا سے چلے گئے ہیں وہ یہاں موجود ہیں۔ میں نے عرض کیا، صرف روحیں ہیں یا اُن کے اجسام بھی ہیں؟۔ فرمایا، روحیں ہیں، اگر تم انہیں دیکھ سکتے تو دیکھتے کہ کسطرح آپس میں حلقہ باندھے ہوئے بیٹھے ہیں ایک دوسرے سے اُنس و محبت رکھتے ہیں۔ باتیں کرتے ہیں اور خدا کو یاد کرتے ہیں۔ ؎۲

وادی السلام روحوں کا مسکن ہے

دیگر احادیث میں وارد ہوا ہے کہ دنیا کے مشرق و مغرب میں جو مومن بھی رحلت کرتا ہے اس کی روح قالب مثالی میں جگہ پانے کے بعد جوار

؎۱ کتاب معاد ص۵۰۔ ؎۲ کتاب معاد ص۱۵۱-۵۰۔

امیر المؤمنین علیہ السّلام میں وادی السّلام کے اندر ظاہر ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر نجف اشرف ملکوت عُلیا کی ایک نمائش گاہ ہے جیسا کہ کافر کیلئے صحرائے برہوت ہے۔ یہ یمن کے اندر ایک ہیبتناک وادی ہے جس میں نہ گھاس اُگتی ہے نہ کوئی پرندہ وہاں سے گذرتا ہے۔ یہی ملکوت سفلیٰ کا محلِ ظہور ہے۔ تم نے حضرت علی علیہ السّلام کے جوار میں رہنے کی اہمیّت کا جو ذکر سُنا ہے وہ روحانی مجاورت کے بارے میں ہے ہر چند اس کا بدن دور ہو۔ امیر المومنین علیہ السّلام سے نزدیکی صرف علم اور عمل کے ذریعے ممکن ہے۔ کسی شخص سے اگر ایک گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ اسی کے اندازے کے مطابق آپ سے دور ہو جاتا ہے۔ اگر روح حضرتؑ کے ساتھ ہو تو جسد خاکی بھی نجف اشرف میں دفن ہوتا ہے۔ اور کتنی بہتر ہے یہ عظیم سعادت۔ لیکن خدا نہ کرے کہ کسی کا جسم تو نجف اشرف پہنچ جائے لیکن اس کی روح وادئ برہوت میں عذاب جھیل رہی ہو۔ اسی بنا پر پوری کوشش کرنا چاہیئے کہ روحانی اتصال قوی رہے۔ البتہ جسم کا وادی السلام میں دفن ہونا بھی بے اثر نہیں ہے بلکہ پوری تاثیر رکھتا ہے کیوں کہ یہ بھی حضرت امیر المومنینؑ کی عنایت سے ایک طرح کا توسّل ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کی عنایت کے ذیل میں کتاب مدینۃ المعاجز کے اندر منقول ہے کہ ایک روز مولائے متقیانؑ اپنے چند اصحاب کے ساتھ دروازۂ کوفہ کی پشت پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ نظر اُٹھائی اور فرمایا، جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں تم لوگ بھی دیکھ رہے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا، نہیں یا امیر المومنینؑ! آپ نے فرمایا، میں دیکھ رہا ہوں کہ دو شخص ایک جنازے کو اونٹ پر رکھے ہوئے لا رہے ہیں۔ انہیں یہاں پہنچنے میں تین دن لگیں گے تیسرے روز علی علیہ السّلام اور آپ کے اصحاب اس انتظار

میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دیکھیں کیا صورت حال پیش آتی ہے۔ سب نے دیکھا کہ
دور سے ایک اونٹ ظاہر ہوا جس کے اوپر ایک جنازہ رکھا ہوا ہے ایک
شخص اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے ہے اور ایک شخص اونٹ کے پیچھے چل رہا ہے
جب قریب پہونچے تو حضرتؑ نے پوچھا کہ، یہ جنازہ کس کا ہے اور تم لوگ کون ہو
اور کہاں سے آرہے ہو؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ یمن کے رہنے والے ہیں
اور یہ جنازہ ہمارے باپ کا ہے۔ انھوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے عراق کی
طرف لے جانا اور نجف کوفہ میں دفن کرنا۔ حضرتؑ نے فرمایا، آیا تم لوگوں نے
اس کا سبب بھی دریافت کیا تھا؟ انھوں نے کہا، ہاں۔ میرا باپ کہتا تھا کہ
وہاں ایک ایسی ہستی دفن ہوگی جو اگر سارے اہل محشر کی شفاعت کرنا
چاہے تو کر سکتی ہے۔ حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا، سچ کہا اس نے، پھر دو
مرتبہ فرمایا، واللہ میں وہی ہستی ہوں۔

مرحوم محدّث قمی نے مفاتیح الجنان کے اندر اس بارے میں کہ، جو شخص
حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کی قبر مبارک کی پناہ لے لے تو اس سے بہرہ مند
ہوگا، ایک اچھی اور مناسب مثل بیان کی ہے۔ امثال عرب میں ہے کہ
کہتے ہیں "احمیٰ من مجیر الجراد" یعنی اپنی پناہ میں آنے والے
کے لیے فلاں شخص کی حمایت ٹڈیوں کو پناہ دینے والے سے زیادہ ہے
اور قصہ اس کا یہ ہے کہ قبیلۂ طے کا ایک بادیہ نشین شخص جس کا نام
مدلج بن سوید تھا ایک روز اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا
کہ قبیلۂ طے کے لوگوں کا ایک گروہ آیا جو اپنے ہمراہ کچھ ظروف اور بڑے
تھیلے بھی لایا تھا۔ اس نے پوچھا، کیا خبر ہے؟ انھوں نے کہا، تمھارے
خیمے کے چاروں طرف بے شمار ٹڈیاں اتری ہیں ہم انھیں پکڑنے کیلئے
آئے ہیں۔ مدلج نے جوں ہی یہ بات سنی اُٹھ کے اپنے گھوڑے پر

سوار ہوا، نیزہ ہاتھ میں لیا، اور کہا، خدا کی قسم جو شخص بھی ان ٹڈیوں سے تعرض
کریگا میں اُسے قتل کردونگا۔ آیا یہ ٹڈیاں میرے جوار اور میری پناہ میں
ہوں گی اور تم انھیں پکڑ لوگے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ وہ اسی طرح سے
برابر ان کی حمایت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ دھوپ تیز ہوئی اور ٹڈیاں
وہاں سے اُڑ کے چلی گئیں۔ اس وقت اُس نے کہا کہ یہ ٹڈیاں میرے جوار سے
چلی گئیں اب تم جانو اور وہ جانیں ـــــ چنانچہ فی الجملہ یہ بدیہی امر ہے
کہ اگر کوئی شخص اپنے کو مولائے کائناتؑ کے جوار میں پہنچا دے اور آپ سے
پناہ طلب کرے تو قطعاً آپ کی حمایت سے فیضیاب ہوگا۔ [1]

قبر سے روح کا تعلق بہت گہرا ہے

محدّث جزائری انوار نعمانیہ کے آخری صفحات میں کہتے ہیں کہ اگر
تم کہو کہ جب روحیں قالب مثالی میں اور وادی السّلام کے اندر ہیں تو
ان کی قبروں پر جانے کا حکم کس لیے دیا گیا ہے؟ اور وہ اپنے زائر کو
کس طرح سمجھ لیتی ہیں درحالیکہ وہ یہاں موجود نہیں ہیں؟ تو ہم جواب
میں کہیں گے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ روحیں
ہر چند وادی السلام میں ہوں لیکن ان کی قبروں کے مقامات ان کے
احاطۂ علمیہ کے اندر ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنے قبور پر آنے والوں
اور زیارت کرنے والوں کو جان لیتی ہیں۔ امامؑ نے ارواح کی تشبیہ آفتاب سے
دی ہے، یعنی جس طرح آفتاب زمین پر نہیں بلکہ آسمان پر ہے لیکن اس کی
شعاعیں زمین کے ہر مقام کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اسی طرح ارواح کا۔

[1] کتاب معاد۔ ص۵۱۔

احاطۂ علمیہ ہے۔ حقیر کہتا ہے کہ جس طرح شعاعِ آفتاب کا ظہور اُس مقام پر قطعاً دیگر مقامات سے زیادہ ہوتا ہے جہاں کوئی آئینہ اور بلور موجود ہو اسی طرح روح کی توجہ اور احاطہ اپنی قبر پر دوسری جگہ سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اس بدن سے اس کی دلچسپی اور تعلق ہونا ہی چاہیئے جس نے سالہا سال اس کے لیے کام کیا ہے اور اس کی برکت سے سعادت اور کمالات حاصل کیے ہیں۔ اور اسی بیان سے اُس شخص کا جواب بھی مل جاتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ امام تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں لہٰذا ان کی قبر مبارک کی زیارت کیلئے جانا کیا ضروری ہے؟ کیونکہ اس مقام اور دیگر مقامات میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ائمہؑ اور بزرگان دین کی قبروں کے مقامات ہمیشہ ان کی ارواح مقدسہ کیلئے موردِ توجہ، برکتوں اور خدا کی رحمتوں کے لیے محل نزول اور ملائکہ کی آمد و رفت کی منزلیں ہیں۔ اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ اسے ان بزرگواروں کے باب کرم سے پورا فیض حاصل ہو تو اُسے چاہیئے کہ ان مقامات مقدسہ سے غافل نہ رہے اور جس طرح سے ہو سکے اپنے کو وہاں تک پہنچائے [1]

دوسرا شبہہ اور اس کا جواب

بعض لوگ ایک اور ضعیف شبہہ پیدا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد جب انسان کی روح بدن مثالی کے نام سے ایک لطیف بدن اختیار کر لیتی ہے جو اسی بدن کے مانند ہوتا ہے تو (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے)

[1]۔ کتاب معاد ص۵۳۔

اسی بدن کے ساتھ ثواب و عقاب کا سامنا کرتا ہے۔ حالانکہ جب انسان نے اپنے مادّی اور خاکی جسم کے ساتھ عبادت کی ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس کا ثواب دوسرے بدن کو ملے؟ یا اسی قبر کے اندر بوسیدہ اور سڑے ہوئے جسد خاکی کے ذریعے گناہ کیے ہیں تو وہ بدن مثالی کے لیے عذاب و عقاب میں مبتلا ہو؟ اس سوال کے چند جواب پیش کیے جاتے ہیں۔

جیسا کہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں۔ بدن مثالی کوئی خارجی چیز نہیں ہے۔ جیسے موت کے بعد قبر پر لایا جائے اور مثلاً اس سے کہا جائے کہ روح کے ساتھ رہو۔ اب تم ہی اس کا بدن ہو! بلکہ بدن مثالی ایک لطیف بدن ہے جو اس وقت بھی انسان کے ساتھ ہے۔ ہر روح دو بدن رکھتی ہے ایک لطیف اور ایک کثیف۔ اسنے عبادت بھی دونوں کے ساتھ کی ہے اور معصیت بھی دونوں کے ساتھ، یہ سمجھانے کیلئے کہ خواب مادّی کی حالت میں دونوں ایک دوسرے سے جدا رہتے ہیں اسطرف متوجہ کرنا بے محل نہ ہوگا۔ کہ انسان جو کچھ خواب میں دیکھتا ہے وہ اُسی مثالی بدن کے ذریعے ہوتا ہے۔ راستہ چلنا اور گفتگو کرنا سب بدن مثالی سے انجام پاتا ہے۔ ایک چشم زدن میں کربلا پہنچ جاتا ہے، مشہد چلا جاتا ہے، اور سارے مشرق و مغرب کا سفر کر سکتا ہے اس کے لیے کوئی حدبندی نہیں ہے۔ اسی بنا پر بدن مثالی ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتا ہے لیکن موت کے وقت مکمل طور پر بدن مادّی سے جدا ہو جاتا ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ کا یہ بیان بہت محققانہ ہے اور اس کے لیے کثرت سے شواہد بھی موجود ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ روح انسانی موت کے بعد اس کے دنیاوی جسم کے مثل ایک صورت اختیار کر لیتی ہے، نہ یہ کہ ایک خارجی بدن سے

متعلق ہوتی ہے۔ بلکہ روح کی صورت جسم انسانی کی ہم شکل اب تم اُسے خوہ بدن مثالی کہو یا قلب برزخی یا روح۔ لیکن چونکہ یہ لطیف ہے لہٰذا عنصری اور مادّی آنکھ اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتی۔ مختصر یہ کہ یہ روح تھی جس نے دنیا میں معصیت کی، اور یہی روح بعد کو عذاب میں مبتلا کی جائے گی۔ اب یہ بدن مثالی سے وابستہ ہو یا بذات خود مستقل بھی ہو۔ اور پھر قیامت میں اسی مادّی جسم کے ساتھ محشور ہو جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا۔[1]

برزخ کا ثواب وعقاب قرآن میں

(۱)۔ "النّار یعرضون علیھا غدوًّا وعشیًّا ویوم تقوم السّاعۃ ادخلوا آل فرعون اشدّ العذاب" (سورہ ۴۰، آیت ۴۹)
یعنی وہ صبح وشام آگ کے اوپر پیش کیے جائیں گے اور جب روز قیامت برپا ہوگی (تو حکم ہوگا کہ) آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرد منجملہ اُن آیات کے جو قرآن مجید میں عذاب برزخ پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ آیہ شریفہ بھی ہے جو فرعون والوں کے بارے میں ہے۔ جب فرعون کے ساتھی دریائے نیل میں غرق ہو کر ہلاک ہوئے اسوقت سے ہر صبح دشام آگ کے اوپر پیش کیے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو اور وہ سخت ترین عذاب میں داخل کیے جائیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ قیامت میں صبح وشام نہیں ہیں۔ یہ برزخ کے بارے میں ہے اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ

[1] کتاب معاد ص ۵۳

جہنم میں اس کی جگہ اسے برزخ میں ہر صبح وشام دکھائی جاتی ہے اگر وہ عذاب پانے والوں میں سے ہے اور اگر اہل بہشت میں سے ہے تو بہشت میں اس کی جگہ کی نشاندہی کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تمہاری قیام گاہ قیامت میں۔

۲۔ "فامّا الّذین شقوا فی النّار لھم فیھا زفیر وشھیق خالدین فیھا ما دامت السّمٰوات والارض الّا ما شاء ربّك انّ ربّك فعّال لما یرید۔ وامّا الّذین سعدوا ففی الجنّۃ خالدین فیھا ما دامت السّمٰوات والارض (سورہ ۱۱، آیت ۱۰۸-۱۰۵)

یعنی جو لوگ بدبختی اور شقاوت والے ہیں وہ جب تک زمین اور آسمان برقرار رہے آگ میں رہیں گے۔ ان کے لیے سخت فریاد اور آہ ونالہ ہے۔ سوا اس کے کہ جو تمہارا پروردگار چاہے۔ درحقیقت تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ لیکن جو لوگ نیک بخت ہیں جب تک آسمان اور زمین برقرار ہیں وہ بہشت میں رہیں گے۔۔۔۔

امام فرماتے ہیں کہ یہ آیت برزخ کے بارے میں ہے اور یہاں برزخی عذاب وثواب مراد ہے، ورنہ قیامت میں تو کوئی آسمان نہیں ہے، "اذا السّماء انشقّت" اور زمین بھی بدل دی جائے گی، پھر یہ زمین باقی نہ رہے گی۔ "یوم تبدّل الارض غیر الارض والسّمٰوات وبرزوا للہ الواحد القھّار"

۳۔ "قیل ادخل الجنّۃ قال یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین (سورہ یٰسٓ آیت ۲۶ و ۲۷)

یہ آیہ مبارکہ حبیب نجار مومن آل فرعون کے بارے میں ہے جب انھوں نے اپنی قوم کو پیغمبروں کی پیروی کی طرف دعوت دی تو لوگوں نے

انھیں ڈرایا دھمکایا (جیساکہ تفسیر سورۂ یٰسین میں مذکور ہے) اور بالآخر انھیں سولی پر چڑھایا اور قتل کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ ثواب الٰہی میں پہنچے، اور مرنے کے بعد کہا کہ کاش میری قوم والے جان لیتے کہ میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا اور بلند مرتبہ لوگوں میں سے قرار دیا ہے۔ اس مقام پر خدا کا ارشاد ہے کہ، ان سے کہا گیا کہ بہشت میں داخل ہو جاؤ، امام علیہ السّلام فرماتے ہیں "یعنی برزخی جنت میں) اور دوسری روایت میں جنت دنیاوی (یعنی بہشتِ قیامت سے پست جنت) سے تعبیر فرمائی ہے اور فی الجملہ آیہ مبارکہ کا ظاہر یہ ہے کہ جب مومن آل فرعون شہید ہوئے تو بلا فاصلہ بہشت برزخی میں داخل ہوئے، اور چونکہ ان کی قوم ابھی دنیا میں تھی لہٰذا انھوں نے کہا، اے کاش میری قوم جانتی کہ خدا نے مجھے کیسی نعمتیں اور عطیات عنایت فرمائے ہیں تو وہ توبہ کر لیتی اور خدا کی طرف رجوع کرتی۔

۴۔ "ومن اعرض عن ذکری فانّ لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیٰمۃ اعمٰی۔" (سورۂ طٰہٰ آیت ۱۲۴)

یعنی جس شخص نے یاد خدا سے روگردانی کی تو یقیناً اس کے لیے سخت اور اذیت ناک زندگی ہے اور ہم اسے قیامت کے روز اندھا محشور کریں گے۔ زیادہ تر مفسرین کا قول ہے کہ معیشت ضنک سے عذاب قبر اور عذاب برزخ کی طرف اشارہ ہے، اور یہ مطلب امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے۔

۵۔ "حتّیٰ اذا جاء احدھم الموت قال ربّ ارجعون لعلّی اعمل صالحاً فیما ترکت کلّا انھا کلمۃ ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ الیٰ یوم یبعثون" سورۂ مومنون آیت ۱۰۰۔

یعنی یہاں تک کہ ان میں (یعنی کفار میں) سے کسی فرد کی موت آتی ہے تو وہ عرض کرتا ہے کہ پروردگارا! مجھے دنیا میں واپس کر دے تاکہ میں نے جو فرد گذاشت کی ہے اس میں کوئی نیک عمل بجالاؤں تو اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ ایسا نہیں ہوگا (یعنی تم واپس نہیں ہو سکتے) وہ دراصل ایسی بات کہتا ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور ان لوگوں کے پیچھے عالم برزخ ہے اس روز تک جب وہ اٹھائے جائیں گے۔ لازمی طور سے یہ آیت اس بات پر بخوبی دلالت کر رہی ہے کہ دنیاوی زندگی کے بعد اور حیات آخرت و قیامت سے پہلے انسان ایک اور زندگی رکھتا ہے جو ان دونوں زندگیوں کے درمیان حد فاصل ہے اور اسے عالم برزخ یا عالم قبر کا نام دیا جاتا ہے۔ فی الجملہ مذکورہ آیات اور دیگر آیتوں میں مجموعی طور سے غور و تدبر کے بعد یہ بات ثابت اور واضح ہو جاتی ہے کہ روح انسانی ایک ایسی حقیقت ہے جو بدن کے علاوہ ہے اور روح کا بدن کے ساتھ ایک طرح کا اتحاد ہے جو ارادے اور شعور کے ذریعے بدن کا انتظام چلاتی ہے اور انسان کی شخصیت روح سے ہے بدن سے نہیں کہ وہ موت کے بعد ختم ہو جائے اور اجزائے بدن کے منتشر ہو جانے کے ساتھ وہ بھی فنا ہو جائے۔ بلکہ انسان کی حقیقت اور شخصیت (روح) باقی رہتی ہے اور ایک سعادت و حیات جاودانی یا شقاوت ابدی میں بسر کرتی ہے۔ اس عالم میں اس کی سعادت و شقاوت ملکات اور اس دنیا میں اس کے اعمال سے وابستہ ہے نہ کہ اس کے جسمانی پہلوؤں اور اجتماعی خصوصیات۔ [illegible] اسلام نے بھی یہ ثابت کرنے کیلئے کہ روح جسم کے علاوہ [illegible] نیست و [illegible] نہیں ہوتی [illegible]

عقلی دلیلیں قائم کی ہیں لیکن خدا و رسولؐ اور ائمۂ طاہرین علیہم السلام
کے اقوال کے بعد ہمیں انکی احتیاج نہیں ہے اور یہ مطلب ہمارے لیے
آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہے۔

(۶)۔ برزخی جنت کے بارے میں جو آیتیں نازل ہوئیں منجملہ ان کے
سورۂ فجر کا آخری حصہ بھی ہے جس میں ارشاد خداوندی ہے کہ "یا
ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ
فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی"

اسمیں نفس مطمئنہ رکھنے والے سے موت کے وقت خطاب ہوتا
ہے کہ "داخل بہشت ہوجاؤ" یہاں برزخی جنت کے ساتھ تفسیر کی گئی
ہے اور اسی طرح "میرے بندوں (کے زمرے) میں داخل ہوجا" یعنی
محمد وآل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوجا۔ ان کے
علاوہ دیگر آیتیں بھی ہیں جن میں صریحاً یا کنایۃً برزخی بہشت اور جہنم
کے بارے میں ذکر ہوا ہے لیکن اسی قدر کافی ہے۔

برزخی ثواب و عقاب روایتوں میں

عالم برزخ میں ثواب و عقاب سے متعلق روایتیں کثرت سے ہیں
یہاں چند روایات پر اکتفا کی جاتی ہے۔ بحارالانوار جلد ۳ میں تفسیر
علی بن ابراہیم قمی سے اور انھوں نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے
روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا، جس وقت آدمی دنیا کے آخری
اور آخرت کے پہلے روز کے درمیان ہوتا ہے تو اس کا مال، اولاد،
اور عمل اس کے سامنے مجسم ہوتے ہیں۔ وہ اپنے مال کی طرف رخ کرتا ہے
اور کہتا ہے، خدا کی قسم میں تیرے بارے میں حریص اور بخیل تھا،

اب تیرے پاس میرا حصہ کس قدر ہے؟۔ وہ کہتا ہے، صرف اپنے کفن کے
مطابق مجھ سے لے لے۔ اس کے بعد وہ اپنے فرزندوں کی طرف متوجہ ہوتا
ہے اور کہتا ہے، خدا کی قسم میں تمہیں عزیز رکھتا تھا اور تمہارا حامی و مددگار تھا
اب تمہارے پاس میرا حصہ کیا ہے؟۔ وہ کہتے ہیں، ہم تمہیں تمہاری قبر تک
پہنچا کے اس میں دفن کردیں گے۔ اس کے بعد وہ اپنے عمل کی طرف دیکھتا
ہے اور کہتا ہے، خدا کی قسم میں نے تیری طرف التفات نہیں کی اور تو میرے
اوپر گراں تھا، اب تیری جانب سے میرا حصہ کتنا ہے؟ تو وہ کہتا ہے
کہ: میں قبر اور قیامت میں تمہارا ہم نشین رہوں گا۔ یہاں تک کہ میں
اور تم دونوں تمہارے پروردگار کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔

اگر یہ شخص خدا کا دوست ہے تو اس کا عمل انتہائی نفیس خوشبو
انتہائی حسن وجمال اور ایک بہترین لباس والے شخص کی صورت میں
اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے، بشارت ہو تمکو روح و ریحان اور
خدا کی بہشت نعیم کی، اور تمہارا آنا مبارک ہو۔ یہ شخص پوچھتا ہے، تم کون ہو؟
تو وہ کہتا ہے، میں تمہارا عمل صالح ہوں اب دنیا سے جنت کی طرف روانہ ہو!
یہ اپنے غسل دینے والے کو پہچانتا ہے، اور اپنا جسم سنبھالنے والے کو قسم دیتا
ہے کہ اسے جلد جلد حرکت دے۔ پھر جب قبر میں داخل ہوتا ہے تو دو فرشتے
جو قبر کے اندر امتحان لینے کیلئے آتے ہیں اس حالت میں کہ اپنے بال زمین
پر کھینچ رہے ہوتے ہیں، زمین کو اپنے دانتوں سے شگافتہ کردیتے ہیں
ان کی آوازیں بادل کی سخت گرج کی مانند ہوتی ہیں اور ان کی آنکھیں
بجلی کی طرح تڑپتی ہیں اس سے کہتے ہیں کہ تمہارا پروردگار کون ہے؟
تمہارا پیغمبر کون ہے؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟ یہ کہتا ہے، میرا پروردگار
خدا ہے، میرے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور میرا مذہب اسلام ہے

وہ کہتے ہیں، خدا تم کو اس چیز میں ثابت قدم رکھے جس کو تم دوست رکھتے ہو اور جس سے راضی ہو۔ یہ وہی بات ہے جس کے بارے میں خدا نے ارشاد فرمایا ہے: "یثبّت اللہ الّذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ" — اس کے بعد اس کی قبر کو وہاں تک وسیع کر دیتے ہیں جہاں تک نظر کام کرتی ہے اس میں جنت کا ایک دروازہ کھول دیتے ہیں، اور کہتے ہیں، روشن آنکھوں کے ساتھ سو جاؤ۔ جس طرح ایک خوش نصیب اور کامیاب نوجوان سوتا ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس کے لیے خدا فرماتا ہے، "اصحاب الجنۃ خیر مستقرا واحسن مقیلا"

لیکن اگر دشمن خدا ہو تو اس کا عمل بدترین لباس اور شدید ترین بدبو کے ساتھ اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے، بشارت ہو تجھ کو دوزخ کے کھولتے ہوئے پانی اور جہنم میں داخل ہونے کی۔ وہ اپنے غسل دینے والے کو دیکھتا ہے اور اپنا جسم سنبھالنے والے کو قسم دیتا ہے کہ اسے اپنے حال پر چھوڑ دے۔ جس وقت اسے قبر میں داخل کرتے ہیں تو آزمائش کرنے والے قبر میں آتے ہیں، اس کا کفن کھینچ لیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے؟ تیرا پیغمبر کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ وہ کہتے ہیں تو نہ جانے اور ہدایت نہ پائے۔ پھر ایک آتشی عصا سے اس پر ایسی ضرب لگاتے ہیں کہ سوائے [illegible] اور انسان کے دنیا کی ہر متحرک مخلوق اس کے [illegible] دہشت زدہ [illegible] پر ہول [illegible]

ایسے تنگ مکان میں جگہ دی جاتی ہے جو نیزے کے پھل کے اس سوراخ کے مانند ہوتی ہے جس میں نیزے کی آخری نوک نصب کی جاتی ہے۔ اور اس پر اس قدر سخت فشار ہوتا ہے کہ اس کا بھیجا اس کے ناخنوں اور کانوں سے باہر آتا ہے خدا اس پر سانپوں اور بچھوؤں اور حشرات الارض کو مسلط فرماتا ہے کہ اسے ڈسیں اور ڈنک ماریں، اور یہی حالت قائم رہے گی یہاں تک کہ خدا اسے اسکی قبر سے اٹھائے۔ وہ اتنے شدید عذاب میں ہوگا کہ جلد قیامت برپا ہونے کی آرزو کرے گا۔

نیز امالی شیخ طوسیؒ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے جس کے آخر میں امامؑ نے فرمایا ہے کہ، جس وقت خدا مرنے والے کی روح قبض فرماتا ہے اور اس کی روح کو اصلی (دنیاوی) صورت کے ساتھ بہشت میں داخل فرماتا ہے تو یہ وہاں کھاتی اور پیتی ہے اور جس وقت کوئی تازہ روح اس کے سامنے آتی ہے تو یہ اس کو اسی صورت میں پہچانتی ہے جو صورت اس کی دنیا میں تھی۔

دوسری حدیث میں فرمایا کہ مومنین کی روحیں ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں، آپس میں سوال و جواب کرتی اور ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں اس حد تک کہ اگر تم کسی وقت ان میں سے کسی کو دیکھو تو کہوگے کہ ہاں یہ تو وہی شخص ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ روحیں اپنے جسمانی صفات کے ساتھ جنت کے ایک باغ میں قیام کرتی ہیں۔ ایک دوسرے کو [illegible] اور ایک دوسرے سے سوال کرتی ہیں [illegible]

(اور اپنے حال پر چھوڑ دو) کیونکہ یہ ایک عظیم ہَول (یعنی موت کی وحشت) سے گزر کر ہماری طرف آ رہی ہے۔ اس کے بعد اس سے پوچھتی ہیں کہ فلاں شخص کیا ہوا اور فلاں شخص کس حال میں ہے؟ اگر یہ روح کہتی ہے کہ جب میں آئی تو زندہ تھا، تو اس کے بارے میں امید کرتی ہیں (کہ وہ بھی ہمارے پاس آئے گا) لیکن اگر کہتی ہے کہ وہ دنیا سے گزر چکا تھا، تو کہتی ہیں کہ وہ گر گیا۔ یہ اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ وہ چونکہ یہاں نہیں آیا لہٰذا یقیناً دوزخ میں گیا ہے۔

بحار الانوار جلد ۳ میں کتاب کافی وغیرہ سے چند روایتیں نقل کی گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ، روحیں عالم برزخ میں اپنے اہل خانہ اور اقربا کی زیارت و ملاقات اور دریافت حال کیلئے آتی ہیں۔ بعض روزانہ، بعض دو روز میں ایک بار، بعض تین روز میں ایک بار، بعض ہر جمعے کو، بعض مہینے میں ایک مرتبہ اور بعض سال میں ایک مرتبہ اور یہ اختلاف حالات کے تفاوت ان کے مقام و مکان کی وسعت و فراخی اور ضیق و تنگی اور ان کی آزادی و گرفتاری کے اعتبار سے ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ مومن اپنے گھر والوں کی صرف وہی چیزیں اور حالات دیکھتا ہے جو بہتر اور اس کے لیے باعث مسرت ہوں اور اگر کوئی ایسی بات ہوتی ہے جس سے اس کو رنج یا تکلیف پہونچے تو وہ اس سے چھپا دی جاتی ہے۔ اور کافر کی روح سوا بدی اور اسکو اذیت پہونچانے والے امور کے دوسری کوئی چیز نہیں دیکھتی[1]

[1] کتاب معاد ص ۵۸ تا ص ۶۱

حوض کوثر برزخ میں

متعدد کتابوں[1] میں عبد اللہ بن سنان سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے حوض کوثر کے بارے میں پوچھا تو حضرتؑ نے فرمایا، اس کا طول اتنا ہے جتنا بصرے سے صنعاء یمن تک کا فاصلہ۔ میں نے اس پر تعجب کیا تو حضرتؑ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمھیں اس کی نشاندہی کر دوں؟ میں نے عرض کیا، ہاں اے مولا! حضرتؑ مجھکو مدینے سے باہر لے گئے اور پاؤں زمین پر مارا پھر مجھ سے فرمایا، دیکھو! (ملکوتی پردہ امامؑ کے حکم سے میری آنکھوں کے سامنے سے ہٹ گیا) میں نے دیکھا کہ ایک نہر ظاہر ہوئی جس کے دونوں سرے نگاہوں سے اوجھل تھے البتہ جس مقام پر میں اور امامؑ استادہ تھے وہ ایک جزیرے کے مانند تھا۔ مجھکو ایسی نہر نظر آئی جس کے ایک طرف پانی بہ رہا تھا جو برف سے زیادہ سفید تھا اور دوسری طرف دودھ کا دھارا تھا یہ بھی برف سے زیادہ سفید تھا۔ اور ان دونوں کے درمیان ایسی شراب جاری تھی جو سرخی اور لطافت میں یاقوت کے مانند تھی۔ اور میں نے کبھی دودھ اور پانی کے درمیان اس شراب سے زیادہ کوئی خوبصورت اور خوشنما چیز نہیں دیکھی تھی۔ میں نے کہا، میں آپ پر فدا ہو جاؤں، یہ نہر کہاں سے نکلی ہے؟ فرمایا کہ ان چشموں سے ہے جن کے بارے میں خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ، بہشت میں ایک چشمہ دودھ کا، ایک چشمہ پانی کا اور ایک چشمہ شراب کا ہے، وہی اس نہر میں جاری ہوتے ہیں اس کے دونوں کناروں پر درخت تھے اور ہر درخت کے درمیان ایک حور تھی

[1] کتاب اختصاص۔ بصائر الدرجات۔ بحار الانوار جلد ۳ ص ۱۵۲، اور معالم الزلفیٰ وغیرہ۔

جس کے بال اس کے سر سے جھول رہے تھے کہ میں نے ہرگز اتنے حسین بال نہیں دیکھے تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ظرف تھا کہ میں نے اتنے خوبصورت ظرف بھی قطعاً نہیں دیکھے تھے۔ یہ دنیاوی ظروف میں سے نہیں تھے۔ اس کے بعد حضرتؑ ان میں سے ایک کے قریب تشریف لے گئے اور اشارہ فرمایا کہ پانی لاؤ! اس حوریہ نے ظرف کو اس نہر سے پُر کر کے آپ کو دیا اور آپ نے نوش فرمایا۔ پھر مزید پانی کیلئے اشارہ فرمایا۔ اور اس نے دوبارہ ظرف کو بھرا جسے حضرتؑ نے مجھے عنایت فرمایا اور میں نے بھی پیا۔۔ میں نے اس سے قبل کبھی ایسا خوشگوار، لطیف اور لذیذ کوئی مشروب نہیں چکھا تھا۔ اس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی میں نے عرض کیا، میں آپ پر فدا ہو جاؤں، جو کچھ میں نے آج دیکھا ہے اس سے پہلے ہرگز نہیں دیکھا تھا، اور میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسی کوئی چیز بھی ہو سکتی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے ہمارے شیعوں کیلئے جو کچھ مہیا فرمایا ہے اس میں سب سے کمتر یہ چیز ہے۔ جب مرنے والا اس دنیا سے جاتا ہے تو اس کی روح کو اس نہر کی طرف لیجاتے ہیں، وہ اس کے باغوں میں چہل قدمی کرتا ہے، اسکی غذائیں استعمال کرتا ہے اور اس کے مشروبات پیتا ہے۔ اور جب ہمارا دشمن مرتا ہے تو اس کی روح کو وادی البرہوت میں لے جاتے ہیں جہاں وہ ہمیشہ اس کے عذاب میں مبتلا رہتا ہے، اس کا زقوم (تھوہڑ کا پھل) اُسے کھلاتے ہیں اور اُس کا حمیم (کھولتا ہوا پانی) اُس کے حلق میں انڈیلتے ہیں۔ پس خدا کی پناہ مانگو اس وادی سے۔

منجملہ اُن اشخاص کے جنھوں نے اس عالم میں برزخی بہشت کو دیکھا ہے۔ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے اصحاب بھی ہیں جنھیں

حضرتؑ نے شب عاشورا اس کا منظر دکھایا تھا۔ بحار الانوار جلد ۶ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ کوئی مومن متوفیؑ اس دنیا سے نہیں ہے لیکن یہ کہ اُسے آخری سانس میں حوض کوثر کا ذائقہ چکھایا جاتا ہے۔ اور کوئی کافر نہیں مرتا ہے لیکن یہ کہ اُسے حمیم جہنم کا مزہ چکھایا جاتا ہے۔

برہوت، برزخی جہنم کا مظہر

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے وادی السلام نیکبخت اور سعادتمند روحوں کے ظہور اور جمع ہونے کا مقام ہے، اور برہوت جو ایک خشک اور بے آب و گیاہ بیابان ہے۔ برزخی دوزخ کا مظہر اور کثیف و خبیث ارواح کا محل عذاب ہے اس بارے میں ایک روایت پیش کرتا ہوں تاکہ مطلب زیادہ واضح ہو جائے۔ ایک روز ایک شخص حضرت خاتم الانبیاءؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی دہشت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ میں نے ایک عجیب چیز دیکھی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کیا دیکھا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میری زوجہ سخت علیل ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ اگر اس کنویں کا پانی لاؤ جو وادی البرہوت میں ہے تو یہ اس سے صحتیاب ہو جائے گی۔ (بعض جلدی امراض معدنی پانی سے دور ہو جاتے ہیں) چنانچہ میں تیار ہوا، اپنے ساتھ ایک مشک اور ایک پیالہ لیا تاکہ اس پیالے سے مشک میں پانی بھروں، جب وہاں پہنچا تو ایک وحشت ناک صحرا نظر آیا، باوجودیکہ میں بہت ڈرا لیکن دل کو مضبوط کر کے اس کنویں کو تلاش کرنے لگا ناگہاں اوپر کی طرف سے کسی چیز نے زنجیر کی مانند آواز دی اور نیچے آ گئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک

شخص ہے جو کہہ رہا ہے کہ مجھے سیراب کرو ورنہ میں ہلاک ہوا۔ جب میں نے سر بلند کیا تاکہ اسے پانی کا پیالہ دوں تو دیکھا کہ ایک شخص ہے جس کی گردن میں زنجیر پڑی ہوئی ہے۔ اور جوں ہی میں نے اسے پانی دینا چاہا اُسے اوپر کی طرف کھینچ لیا گیا یہاں تک کہ آفتاب کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے دومرتبہ مشک میں پانی بھرنا چاہا لیکن دیکھا کہ وہ نیچے آیا اور پانی مانگ رہا ہے میں نے اُسے پانی کا ظرف دینا چاہا تو اسے پھر اوپر کھینچ لیا گیا اور آفتاب کے قریب پہنچا دیا گیا۔ جب تین مرتبہ یہی اتفاق ہوا تو میں نے مشک کا دہانہ باندھ لیا اور اُسے پانی نہیں دیا۔ میں اس امر سے خوفزدہ ہو کر حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تاکہ اس کا راز معلوم کر سکوں۔ حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بدبخت قابیل تھا۔[1]
(یعنی حضرت آدمؑ کا بیٹا جس نے اپنے بھائی حضرت ہابیل کو قتل کیا تھا) اور وہ روز قیامت تک اسی مقام پر عذاب میں گرفتار رہے گا۔ یہانتک کہ آخر میں جہنم کے سخت ترین عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

کتاب نورالابصار میں سید مومن شبلنجی شافعی نے ابوالقاسم بن محمد سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا، میں نے مسجد الحرام میں مقام ابراہیم پر کچھ لوگوں کو جمع دیکھا تو ان سے پوچھا، کیا بات ہے؟ انھوں نے بتایا کہ ایک راہب مسلمان ہو کر مکہ معظمہ آیا ہے اور ایک عجیب واقعہ سناتا ہے میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک عظیم الجثہ بوڑھا شخص پشمینے کا لباس اور ٹوپی پہنے ہوئے بیٹھا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ میں سمندر کے کنارے اپنے دَیر میں

۱۔ فطوّعت له نفسه قتل اخیه فاصبح من الخاسرین۔ سورہ ۵۔ آیت ۳۳۔

رہتا تھا۔ ایک روز سمندر کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ایک بہت بڑے گدھ سے مشابہ پرندہ آیا اور پتھر کے اوپر بیٹھ کے قے کی جس سے ایک آدمی کے جسم کا چوتھائی حصہ خارج ہوا۔ اور وہ پرندہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا اور دوسرے چوتھائی حصے کو قے کر کے اگلا۔ اسی طرح چار بار میں انسان کے سارے اعضاء کو اگل دیا جن سے ایک پورا آدمی بن کے کھڑا ہو گیا۔ میں اس عجیب امر سے حیرت میں تھا کہ دیکھا، وہی پرندہ پھر آیا اور اُس آدمی کے چوتھائی حصے کو نگل کے چلا گیا۔ اسی طرح چار بار میں پورے آدمی کو نگل کے اڑ گیا۔ میں متحیّر تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے اور یہ شخص کون ہے؟ مجھکو افسوس تھا کہ اس سے پوچھا کیوں نہیں۔ دوسرے روز پھر یہی صورتحال نظر آئی۔ اور جب چوتھی دفعہ کی قے کے بعد وہ شخص مکمل آدمی بن کے کھڑا ہوا تو میں اپنے صومعے سے دوڑا اور اسے خدا کی قسم دی کہ بتاؤ تم کون ہو؟ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تو میں نے کہا، میں تمہیں اس ذات کے حق کی قسم دیتا ہوں جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، بتاؤ تم کون ہو؟ اُس نے کہا میں ابن ملجمؔ ہوں۔ میں نے کہا تمہارا کیا قصہ ہے؟ اور اس پرندے کا کیا معاملہ ہے؟ اُس نے کہا میں نے علی ابن ابیطالبؑ کو قتل کیا ہے، اور خدا نے اس پرندے کو میرے اوپر مسلّط کر دیا ہے کہ جسطرح تم نے دیکھا ہے مجھپر عذاب کرتا رہے۔

میں صومعے سے باہر آیا اور لوگوں سے پوچھا کہ علی ابن ابیطالبؑ کون ہیں؟ مجھ سے بتایا گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابن عم اور وصی ہیں۔ چنانچہ میں نے اسلام قبول کر لیا اور حج بیت الحرام اور زیارت قبر رسولؐ سے مشرف ہوا۔[1]

۱۔ کتاب معاد صـ ۶۳۔

عقل معاد اور خیر و شر کا ادراک کرتی ہے

خدائے تعالیٰ عقل کے جو خصوصیات اور آثار انسان کو عطا فرمائے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنی معاد کو سمجھ سکتی ہے چنانچہ ایک بزرگ کے قول کے مطابق اگر فرض کر لیا جائے کہ وحی کا وجود نہ ہوتا تب بھی عقل انسانی معاد کو دریافت کر سکتی تھی۔ اس دنیاوی زندگی کو کسی غایت اور مقصد کی حامل ہونا چاہیئے تاکہ اس میں انسان اپنے تکامل وارتقاء اور سعادت پر فائز ہو سکے،

یہ خیر و شر کا ادراک اور اس کی صحیح تعبیر کے مطابق جو روایت میں منقول ہے خیر الخیرین (یعنی دو نیکیوں میں سے بہتر نیکی) کا ادراک کر سکتی ہے (کیوں کہ حقیقی اور واقعی شر ہماری فطرت میں موجود نہیں ہے بلکہ جو کچھ موجود ہے یا خیر محض ہے۔ یا اُس کے خیر ہونے کا جذبہ غالب ہے لیکن یہاں اس بحث کا موقعہ نہیں ہے)۔ یہ اِس خیر یا اُس خیر کو معلوم کر سکتی ہے اور اپنے ذاتی یا کسی دوسرے کے افعال میں خوبی اور بدی کی تمیز کر سکتی ہے[۱]

عقل علمی اور اس کا کم یا زیادہ ہونا۔

اسی بنا پر حکماء کا قول ہے کہ عقل دو شعبے رکھتی ہے، علمی اور عملی عقل علمی وہی ہے ادراکات ہیں جو اجمالی طور پر خدائے تعالیٰ، اسکے اسماء، صفات کمالیہ، اس کے آثار اور خواص اشیاء کے بارے میں ہیں۔

---

[۱] ۔ کتاب توحید ص ۳۱۸

عقل عملی اعمال کی خوبی و بدی اور کاموں کے صحیح و فاسد ہونے کا ادراک ہے یعنی یہ سمجھ سکتی ہے کہ کون سا کام بہتر ہے تاکہ اسے انجام دے اور کون سا کام بُرا ہے تاکہ اس سے باز رہے۔ اپنی سعادت اور شقاوت کے اسباب کو سمجھے، کیونکہ یہ ایک فطری امر ہے اور خدا نے اسے انسانی سرشت میں ودیعت فرمایا ہے جو تمام افراد بشر کو معمول کے مطابق دیا گیا ہے۔ ہر چند کہ خدا نے بعض انسانوں کو دوسروں سے زیادہ دیا ہے اور ساتھ ہی اس سے کام لینے سے اس میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔ غرضکہ ابتداء میں سب انسانوں کو یہ قوت یکساں طور سے دی گئی ہے۔ اگر اسے استعمال میں لائیں تو ترتیب وار زیادہ ہو جاتی ہے، اور اگر اسے معطّل کر دیا یعنی اس کے قوانین و ہدایات کو باقاعدہ تاثیر کا موقع نہیں دیا تو رفتہ رفتہ کم ہو جاتی ہے۔ یہ ایک ایسی خلقت ہے جسے خداوند عالم نے افراد بشر میں قرار دیا ہے[۱]۔ مبداء اور معاد کو پہچاننے کیلئے فیضان الٰہی کے واسطے اور وسیلے یعنی پیغمبر اور امام ہیں اور اسی طرح عقل علمی کے رشتے بھی۔

تم نے اپنی آخرت کیلئے کیا بنایا ہے؟

لا دار للمرء بعد الموت یسکنها　　الا التی کان قبل الموت بانیها
فان بناها بخیر طاب مسکنها　　وان بناها بشرّ خاب ساکنها

یعنی آدمی کیلئے موت کے بعد کوئی گھر نہیں ہے سوا اس کے جو اس نے اپنی موت سے قبل بنایا ہے

---

[۱] فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق اللّٰہ سورہ ۳۰ ۔ آیت ۳۰

(اب تم نے جہاں تک بھی اس کے ساز و سامان کو درست کیا ہو) اگر اسے نیکی اور خیر کے ساتھ تعمیر کیا ہے تو خوشا حال اُس کا جو اپنی قبر کیلئے روح و ریحان مہیا کرے اور اس سے فائدہ اٹھائے۔ لیکن اگر کسی نے اسے برائیوں اور گناہوں سے بنایا ہے تو اس نے اپنے لباس، خوراک، مسکن، اور ہر چیز کو آگ سے تیار کیا ہے[1]

بہشت برزخ اور بہشت قیامت

علامہ مجلسیؒ علیہ الرحمہ نے آیۂ مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے "جنتان" (یعنی دو جنتوں) کے بارے میں ایک مناسب صورت کا ذکر فرمایا ہے کہ ممکن ہے ایک جنت برزخ میں اور دوسری جنت قیامت میں ہو۔ جس وقت سے مومن کی روح قبض ہوتی ہے وہ برزخی جنت کے ناز و نعم میں رہتا ہے جو انواع و اقسام کی برزخی نعمتوں کے ساتھ ایک وسیع باغ ہے اور قرآن مجید میں بھی برزخی جنت کیلئے شواہد موجود ہیں[2] علاوہ اس جنت کے جو قیامت میں ہوگی اور جس کا ہمیشہ کے لیے وعدہ کیا گیا ہے[3]

برزخ کے بارے میں ایک شبہ

عالم برزخ کے بارے میں زندیقوں نے ایک شبہ پیدا کیا ہے جو

---

[1] کتاب توحید ص ۲۴۳ ۔ [2] قیل ادخل الجنۃ قال یالیت قومی یعلمون۔ (یٰس ۳۶ آیت ۲۶)۔ [3] مزید تفصیل کیلئے شہید محراب آیۃ اللہ دستغیبؒ کی کتاب قلب قرآن تفسیر سورۂ یٰس میں آیۂ مذکورہ کے ذیل میں، نیز کتاب معاد فصل دوم (برزخ) کی طرف رجوع کریں۔

[4] کتاب بہشت جاوداں ص ۳۲۸

آج بھی سننے میں آتا رہتا ہے جب کہ اس کی اصل و بنیاد پرانی ہے۔ وہ نکیر و منکر کے سوال کے بارے میں کہتے ہیں کہ، ہم کوئی چیز میت کے منہ میں رکھتے ہیں اس کے بعد اگر اس کی قبر کھولتے ہیں تو وہ چیز میت کے منہ میں باقی ہوتی ہے۔ اگر مردے سے سوال ہوا ہوتا تو اس کا منہ جنبش کرتا اور وہ چیز اس کے اندر نہ ٹھہرتی۔ یا مثلاً یہ کہتے ہیں کہ ہم میت میں قبر کے اندر اٹھ کے بیٹھنے کے آثار نہیں پاتے۔ اور اسی طرح کے دیگر شبہات ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آدمی تو قبر کے اندر سڑ گل کے فنا ہو جاتا ہے پھر عالم برزخ اور قیامت تک اس کے حالات کیا مطلب رکھتے ہیں؟ اور اس طرف مسلّمہ روایات و احادیث میں بتایا گیا ہے کہ قبر کے اندر مومن سے کہتے ہیں کہ، دیکھو! چنانچہ اس کا عالم برزخ ستر (۷۰) ہزار ... اور بعض مومن کیلئے ستر سال کی راہ تک وسیع ہو جاتا ہے۔ نیز قرآن مجید میں بھی عالم برزخ کے بارے میں صراحت کے ساتھ آیتیں موجود ہیں۔ رہی یہ بات کہ ان شبہات کے جواب میں کیا کہنا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ اگر انسان اخبار و روایات کے اصطلاحات سے آشنا ہو جائے تو اُس کے لیے یہ مسئلہ خود ہی حل ہو جائے گا۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام جس وقت عالم برزخ کے عذاب کا ذکر فرماتے ہیں تو راوی عرض کرتا ہے کہ برزخ کیا ہے؟ حضرت فرماتے ہیں کہ موت کے وقت سے قیامت تک ہے۔ چنانچہ قبر کا غار عالم برزخ اور روح کی منزلوں میں سے ایک منزل ہے نہ یہ کہ جسد خاکی کے بوسیدہ ہو جانے سے برزخ تمام ہو جاتا ہے۔ علامہ مجلسیؒ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جن روایتوں میں قبر کا نام لیا گیا ہے عالم برزخ مراد ہے نہ کہ جسمانی قبر۔ اور یہ جو روایت میں وارد ہوا ہے کہ خدا مومن کی قبر کو وسعت دیتا ہے تو اس سے مراد برزخ کا عالم وسعت ہے

قبر کی ظلمت اور روشنی جسمانی اور مادی نہیں ہے۔ افسوس، کاش جسمانی اور مادّی ہوتی" ابکی لظلمة قبری" یعنی میں اپنے عمل کی تاریکی کیلئے روتا ہوں۔
ایک شخص معصوم سے اُس شخص کے فشار قبر کے بارے میں سوال کرتا ہے جسے سولی دی گئی ہو اور وہ برسوں دار پر لٹکا رہے، تو آپ جواب میں فرماتے ہیں کہ، جو زمین کا مالک ہے وہی ہوا کا بھی مالک ہے۔ خدا حکم دیتا ہے کہ اسے فشار قبر سے زیادہ سخت فشار دے (یعنی اگر وہ اس فشار کا مستحق ہو) چنانچہ ابو عبداللہ علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ: "انّ ربّ الارض هو ربّ الهواء فیوحی الله الی الهواء فیضغطه اشدّ من ضغطة القبر"۔ بحار الانوار جلد ۳ ص ۱۲۶۔
ایک محقق بزرگ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص خدا، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وحی پر ایمان رکھتا ہو تو اس کے لیے ان مطالب کا قبول کر لینا آسان ہے۔

خواب برزخ کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے

دنیا میں عالم برزخ کا نمونہ خواب دیکھنا ہے۔ آدمی خواب میں عجیب عجیب چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ کبھی دیکھتا ہے کہ آگ کے شعلوں میں جل رہا ہے اور فریاد کر رہا ہے کہ ہمیں بچاؤ، لیکن جاگنے کے بعد اپنے قریب کے لوگوں سے پوچھتا ہے کہ میری آواز سنی تھی؟ تو وہ کہتے ہیں، نہیں! درحالیکہ وہ خود یہ خیال کر رہا تھا کہ زیادہ چیخنے کی وجہ سے اس کے گلے میں خراش آگئی ہے یا یہ دیکھتا ہے کہ وہ زنجیروں میں قید ہے اور دباؤ کی شدت سے اس کا دم گھٹ رہا ہے، وہ ہر چند مدد کیلئے پکارتا ہے لیکن کوئی اس کی فریاد کو نہیں پہونچتا اسی طرح خدا ہی

جانتا ہے کہ مُردے کس قدر نالہ و فریاد کرتے ہیں لیکن ہم نہیں سنتے یقیناً وہ ایک دوسری ہی جگہ ہے۔ البتہ کبھی کبھی باطنی امور ظاہری حالت میں بھی سرایت کرتے ہیں۔ کتاب کافی میں امام بحق ناطق جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ خواب و رُویا ابتدائے خلقت میں نہیں تھا انبیاء سابقین میں سے ایک نبی جب قیامت کے بارے میں گفتگو کرتے تھے تو لوگ کچھ سوالات کرتے تھے۔ مثلاً کہتے تھے کہ مردہ کس طرح زندہ ہوتا ہے؟ چنانچہ اُسی رات جب وہ سوئے تو کچھ خواب دیکھے اور صبح کو ایک دوسرے سے بیان کیے۔ نیز اپنے پیغمبر سے بھی ان کا ذکر کیا۔ تو اُن پیغمبر نے فرمایا کہ تمہارے اوپر خدا کی حجّت تمام ہو گئی، کیونکہ جو کچھ تم نے خواب میں دیکھا ہے وہ ایک نمونہ ہے اُس کا جو مرنے کے بعد دیکھو گے، کبھی کبھی امور باطنی ظاہر میں بھی اثر دکھاتے ہیں۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ قبرستان کی زیارت کو جاؤ اور فاتحہ پڑھو، جبکہ مُردے کی روح خاک کے اس نقطے میں محدود نہیں ہے بلکہ خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کہاں ہے لیکن چونکہ اس کا جسد خاکی اس نقطۂ خاک میں دفن ہے لہٰذا وہ اس مقام سے تعلق رکھتی ہے۔ روایتوں میں بتایا گیا ہے کہ مومن کی روح امیر المومنین علی علیہ السّلام کے جوار میں وادی السلام کے اندر اور کافر کی روح برہوت میں رہتی ہے۔ مرنے کے بعد جسم برزخی ہوتا ہے جو دنیاوی جسم کی طرح کثیف نہیں ہوتا وہ کسی مادّی ساز و سامان کا محتاج نہیں ہوتا اور اسقدر لطیف ہوتا ہے کہ بعض روحیں (اگر قید و بند میں نہ ہوں) تو سارے عالم کا احاطہ کر سکتی ہیں۔
مرحوم شیخ محمود عراقی نے اپنی کتاب "دار السلام" کے آخر میں نقل کیا ہے کہ سید جلیل اور عارف نبیل سید محمد علی عراقی نے (جوان لوگوں میں

شمار ہوتے ہیں جنھوں نے حضرت حجتؑ کی زیارت کی ہے) فرمایا کہ جب میں اپنے بچپن کے زمانے میں اپنے اصلی وطن (قریہ کرم رود جو عراق کے قریوں میں سے ہے) میں رہتا تھا تو ایک شخص نے جس کے نام و نسب سے میں واقف تھا وفات پائی اور اسے اس قبرستان میں لاکر دفن کیا گیا۔ جو میرے مکان کے بالکل سامنے تھا۔ چالیس روز تک روزانہ جب مغرب کا وقت آتا تو اس کی قبر سے آگ کے آثار ظاہر ہوتے تھے اور میں اس کے اندر سے برابر جان سوز نالوں کی آوازیں سنا کرتا تھا ابتدائی دنوں میں تو ایک شب اس کے گریہ وزاری اور نالہ و فریاد نے اتنی شدت اختیار کی کہ میں خوف و ہراس کی وجہ سے لرزنے لگا اور مجھ پر غشی طاری ہوگئی۔ میرے ہمدرد اشخاص متوجہ ہوئے اور مجھے اپنے گھر اٹھا لے گئے۔ کافی مدّت کے بعد میں اپنی صحیح حالت پر آیا لیکن اس میت کا جو حال دیکھا تھا اس سے متعجب تھا کیونکہ اس کے حالات زندگی ایسے انجام سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ معلوم ہوا کہ وہ شخص ایک مدّت تک حکومت کے دفتر میں کام کرچکا تھا۔ وہ ایسے ایک شخص سے جو سید بھی تھا مالیات کے سلسلے میں اتنی رقم کا سختی سے مطالبہ کر رہا تھا جسے ادا کرنے پر وہ سید قادر نہیں تھا چنانچہ اس شخص نے اسے قید خانے میں ڈال دیا اور ایک مدّت تک اس کو چھت سے لٹکائے رکھا۔ مرحوم عراقی کہتے ہیں کہ میں نے اس مرنے والے شخص کو دیکھا تھا لیکن رسوائی کے خوف سے اس کے نام و نسب کا ذکر نہیں کیا۔

اس کے بعد کہتے ہیں کہ جناب سید مذکور نے نقل کیا کہ میں تہران سے امام زادہ حسن کی زیارت کیلئے ایک قریے میں گیا۔ میرا ایک

ساتھی روضے کے صحن میں ایک قبر پر بیٹھا دعا یا زیارت پڑھنے میں مشغول تھا۔ یہاں تک کہ غروب آفتاب کے وقت دفعتاً اس قبر کے اندر سے تیز گرمی ظاہر ہوئی گویا اس کے اندر کسی لوہار کی بھٹی جل رہی تھی اور اس قبر کے قریب ٹھہرنا ممکن نہ تھا حاضرین کے مجمع میں نے بھی اس کیفیت کا مشاہدہ کیا۔ جب میں نے قبر کی لوح کو پڑھا تو اس پر ایک عورت کا نام نقش تھا۔

مطلب کا خلاصہ یہ ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عالم برزخ میں روح کے عذاب کی شدّت اس جسد خاکی پر بھی اثر انداز ہوتی ہے مثال کے طور پر یزید ابن معاویہ علیہما الہاویہ کی قبر۔ جس وقت بنی عباس نے بنی امیہ کی قبر کو کھدوایا تاکہ ان کے اجساد کو نذر آتش کریں تو یزید کی قبر میں راکھ کی ایک لکیر کے علاوہ اور کچھ نہیں ملا جو اس لعین کے جلے ہوئے جسد خاکی کی علامت تھی۔ اور اس مطلب کے شواہد بہت ہیں، لیکن جسقدر ذکر کیا گیا یہی کافی ہے۔

چنانچہ جب روح عالم برزخ میں انتہائی بہجت و سرور اور قوّت حیات کی حالت میں ہوتی ہے تو اس کا جسد خاکی بھی زندگی کی حیثیت اور رتبے سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ اور اس مطلب کے شواہد اور نمونے بھی کافی تعداد میں ہیں۔

صرف چند موارد نقل کرنے پر اکتفا۔

سفینۃ البحار جلد ۲ ص۵۶۸ میں نقل کیا گیا ہے کہ جس زمانے میں معاویہ کے حکم سے زیر زمین نہر جاری کرنے کیلئے کوہ احد کو کھودا جارہا تھا تیشہ حضرت حمزہ کی انگلی میں لگ گیا اور اس سے خون جاری ہوگیا

اس کے علاوہ جنگ اُحد کے دو شہید عمرو بن جموح اور عبداللہ بن عمرو کی قبریں بھی نہر کے راستے میں آ رہی تھیں لہٰذا اُنکے جسم بھی باہر نکالے گئے درحالیکہ وہ بالکل تروتازہ تھے جبکہ ان کی شہادت اور دفن کے زمانے سے معاویہ کے دور تک چالیس سال گذر چکے تھے۔ چنانچہ ایک اور قبر تیار کرکے دونوں شہیدوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔

کتاب روضات الجنات میں منقول ہے کہ بغداد کے بعض حکام نے جب دیکھا کہ لوگ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زیارت کو آتے ہیں تو انھوں نے طے کیا کہ قبر مبارک کو کھدوا ڈالیں، اور یہ کہا کہ ہم قبر کو کھولتے ہیں اگر جسم تازہ ہوگا تو زیارت کی اجازت دیں گے ورنہ نہیں ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ شیعہ اپنے علماء کے بارے میں بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور ان کے قریب ہی شیعوں کے ایک بڑے عالم محمد بن یعقوب کلینیؒ کی قبر بھی ہے لہٰذا بہتر ہوگا کہ شیعوں کے عقیدے کی صداقت معلوم کرنے کیلئے انھیں کی قبر کو کھود کر دیکھ لیا جائے۔ چنانچہ ان کی قبر کھود دی گئی اور ان کا جسم بالکل تازہ پایا گیا اور ان کے پہلو میں ایک بچے کا جسد بھی ملا جو ممکن ہے انھیں کے فرزند کا ہو۔ بغداد کے حاکم نے حکم دیا کہ ان بزرگوار کی قبر تعمیر کرکے اس پر ایک شاندار قبہ بنا دیا جائے اور یہ مقام ایک زیارت گاہ کی صورت میں مشہور ہوا۔ اُسی کتاب میں شیخ صدوق محمد ابن بابویہ علیہ الرحمہ کے کرامات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کی قبر شہر رَے میں حضرت عبدالعظیم کے قریب ہے اور خود ہمارے زمانے میں ان کی یہ کرامت ظاہر ہوئی جس کا بہت سے لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے کہ اُن بزرگوار کا جسد باقی ہے۔ اس واقعے کی تفصیل

یہ ہے کہ سیلاب آ جانے کی وجہ سے قبر میں ایک شگاف پیدا ہو گیا، جب لوگوں نے اس کی تعمیر کا ارادہ کیا تو اس سرداب کا مشاہدہ کیا جس میں آپ دفن ہیں اور آپکے جسد کو تازہ پایا۔ یہ خبر تہران میں مشہور ہوئی اور فتح علی شاہ قاچار کے کانوں تک پہونچی تو بادشاہ نے کہا۔ میں اس کرامت کو قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ یہ علماء و وزراء، امراء اور ارکان دولت کی ایک جماعت کے ساتھ سرداب میں پہونچا اور جسد مبارک کو ویسا ہی پایا جیسا لوگوں نے دیکھا اور بیان کیا تھا۔ بادشاہ حکم دیا کہ اس قبر پر ایک پرشکوہ عمارت تعمیر کی جائے، اور وہ مقام آج تک ایک زیارت گاہ ہے۔ ابن بابویہؒ کی وفات ۳۸۱ھ میں ہوئی اور جسد کا انکشاف ۱۲۳۸ھ میں ہوا اس بنا پر وفات سے اس انکشاف تک آٹھ سو پچاس (۸۵۰) سال کی مدت گذر چکی تھی۔

خلاصہ یہ کہ عالم برزخ اور موت سے قیامت تک روح انسانی کے حالات پر اعتقاد وحی الٰہی کے تحت ہے جو قرآن مجید اور متواتر روایات کے ذریعے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم تک پہونچی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ مثال کے طور پر ملائکہ، قیامت، صراط، میزان، بہشت اور دوزخ، سب پر ایمان بالغیب ہے اور اس کا سبب بھی وحی الٰہی ہے۔

ہر طرح کے استبعاد اور شبہے کو رفع کرنے اور برزخی ثواب و عقاب سے اس بنا پر انکار کرنے والوں کے جواب کے لیے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ روحیں ثواب و عقاب میں ہوں اور ہم ان سے بے خبر رہیں، وہی اچھے اور برے خواب کافی ہیں، کیونکہ خواب میں گفتگو، آوازیں اور جوش و خروش سبھی کچھ ہوتا ہے۔ لیکن آس پاس کے لوگ۔۔۔

نہیں سنتے۔ اور یہ کہ کبھی کبھی عالم رؤیا میں مرنے والوں کو بہتری اور خوشحالی یا سختی اور بدحالی کے عالم میں دیکھا جاتا ہے تو خواب دیکھنے والا اس کو واقعے اور حقیقت امر کی اطلاع قرار نہیں دے سکتا کیونکہ بہت سے خواب اضغاث واحلام، شیطانی، اور وہم کی پیداوار ہوتے ہیں اور ان میں بہت سے پیچیدہ اور تعبیر کے محتاج ہوتے ہیں ہاں، ان میں سے کچھ خواب سچے بھی ہوتے ہیں جو مردے کی موجودہ حالت کے آئینہ دار ہوتے ہیں مثلاً۔ اگر کوئی شخص کسی مردے کو خوشی اور راحت کی حالت میں دیکھے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ہمیشہ ہی اسی عالم میں رہتا ہے کیونکہ اس چیز کا احتمال ہے کہ مردہ اسوقت اپنی عبادت اور نیک کاموں کے اوقات کی مناسبت سے فائدہ اٹھا رہا ہو۔ لیکن وہی دوسرے وقت میں اپنے غلط اور ناجائز افعال کے اوقات کے لحاظ سے ان کی پاداش اور سزا میں گرفتار ہو اسی طرح اس کے برعکس اگر میت کو سکرات اور بیماری کے عالم میں دیکھے تو اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ وہ مستقل طور سے اسی حالت میں ہے اسلیے کہ ممکن ہے وہ شخص گنہگاری کے ساعتوں کے جواب میں مصیبتیں بھگت رہا ہو اور اس کے بعد اپنے نیک اعمال کی ساعتوں کے عوض مسرت و آرام کے اوقات سے بہرہ مند ہو۔ "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ"۔ اس مطلب کو پیش کرنے کی غرض یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مرنیوالے کو بری حالت میں دیکھے تو مایوس نہ ہو اور یہ احتمال پیش نظر رکھے کہ ہو سکتا ہے اس کے بعد اسے خوشحالی نصیب ہو۔ اور دعا، صدقہ اور اس کی نیابت میں اعمال صالحہ بجالا کر اس کی نجات کے لیے کوشش کرے

اور اگر مردے کو بہتر حال میں دیکھے تو اس کا یقین نہ کرے کہ یہ ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا۔ اور اب یہ زندہ افراد کی دادرسی اور مدد سے بے نیاز ہو چکا ہے۔

اس طول کلام کی دوسری غرض یہ ہے کہ ہم یہ جان لیں کہ برزخ میں ہماری سرگذشتیں بہت ہی کم کسی کے اوپر ظاہر ہوتی ہیں۔ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ معلوم بھی ہو جاتی ہیں تو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ ہمارے متعلقین ہمارے لیے دلسوزی اور ہمدردی کے امور انجام دیں گے؟ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں خود اپنی فکر میں رہیں۔ یعنی اپنے گذشتہ اعمال کا پورے غور و خوض سے مطالعہ کریں اگر ہم سے کوئی واجب ترک ہوا ہے تو اس کی تلافی کریں، اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ اور جہاں تک ہو سکے اعمال صالحہ میں سعی و کوشش کریں۔ بالخصوص واجب اور مستحب نفقے ادا کریں اور سفر آخرت کے ساز و سامان اور ضروریات پر توجہ رکھیں۔

"اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیَ التَّجَافِیَ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِسْتِعْدَادَ لِلْمَوْتِ قَبْلَ حُلُوْلِ الْفَوْتِ"۔

موت تعلقات کو قطع کر دیتی ہے

ایک اور اہم مطلب جسے جان لینا ضروری ہے یہ ہے کہ عالم برزخ کی سختیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مرنے والا ان چیزوں یا انسانوں کی جدائی سے مضطرب اور بےچین ہوتا ہے جن سے دنیا میں دلچسپی اور محبت رکھتا تھا۔ مزید وضاحت کے طور پر اگر آدمی نے کسی چیز سے تعلق قائم کر لیا ہے تو جس وقت اس سے جدا ہوتا ہے اسوقت تکلیف محسوس

کرتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کی زوجہ حسین و جمیل تھی اور اس کو موت آگئی تو وہ اس کی جدائی سے کسقدر متاثر ہوگا۔ بعض اوقات تو اس قسم کے حوادث کچھ لوگوں کو دیوانگی کی حد تک پہنچا دیتے ہیں۔ میرے ایک رشتہ دار تھے (خدا ان پر رحمت نازل فرمائے) ان کا بیس سال کا جوان فرزند میعادی بخار میں مبتلا ہوا اور اس پر نزع کی حالت طاری ہوگئی جب باپ نے بیٹے کی یہ کیفیت دیکھی تو وضو کیا اور پوری توجہ کیساتھ دعا کی کہ، خداوندا! اگر تو میرے بیٹے کو اٹھانا چاہتا ہے تو پہلے مجھے اٹھالے! ان کی دعا قبول ہوگئی۔ باپ کو موت آگئی اور بیٹا زندہ رہا۔

لیکن موت کے معنی، موت کیا چیز ہے؟ موت یعنی فراق۔ تم ایک شخص کو دیکھتے ہو کہ بیوی بچوں اور دولت و ثروت کی جدائی میں تڑپتا ہے یہ چیز خود اپنی جگہ پر عالم برزخ کے مختلف عذابوں میں سے ایک ہے جس کا نمونہ اس دنیا میں بھی موجود ہے۔ حد یہ ہے کہ انسان دنیا میں اپنے کو افیون، تمباکو نوشی، اور اخبار بینی وغیرہ کا عادی بنالیتا ہے لیکن برزخ میں اسطرح کے مشاغل موجود نہیں ہیں۔

مقصد یہ کہ انسان کو موت کے وقت ہر طرح کے علایق سے دست بردار ہونا چاہیئے تاکہ عالم برزخ کے اندر ان کے فراق کی اذیت برداشت نہ کرنا پڑے۔

قیس ابن عاصم بنی تمیم کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا تو آنحضرتؐ سے ایک جامع اور مکمل موعظے کی درخواست کی۔ (ضمنی طور پر یہ جان لینا چاہیئے کہ قیس ایک بڑے عالم تھے اور قبول اسلام سے قبل حکماء میں شمار ہوتے تھے)۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، ہر عزت کے لیے ایک ذلت ہے اور ہر زندگی کے بعد موت ہے۔ اور تم نے جو کچھ بھی دیا ہے اس کا ایک اجر اور عوض ہے۔ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ نہ سوچو کہ اس وقت جو کام کرنا چاہو کر سکتے ہو۔ اسلیے کہ تمام کاموں کا حساب ہوگا۔

عالم برزخ میں صرف عمل تمھارے ساتھ ہے۔

عالم برزخ میں جو چیز انسان کا ساتھ دیتی ہے وہ صرف عمل صالح ہے جو اس کے قریب رہتا ہے اور اس کی نگہداشت کرتا ہے۔ اور عمل بد ہے تو اسکی دادرسی نہیں کرتا اور اسے چھوڑتا بھی نہیں۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "جو شخص موت کے قریب ہوتا ہے وہ اپنے مال کیطرف رُخ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے تجھے جمع کرنے میں بہت زحمتیں اور مصیبتیں جھیلی ہیں۔

مال جواب دیتا ہے کہ صرف ایک کفن کے علاوہ تم مجھ سے کوئی اور فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ پھر اپنے فرزندوں کی جانب رُخ کرتا ہے تو وہ بھی جواب دیتے ہیں کہ ہم صرف قبر تک تمھارے ساتھ ہیں۔ اس کے بعد اپنے عمل کی طرف رُخ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تمھارا ہمیشہ ساتھ دوں گا۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا

یعنی صبر کرو اے پیغمبرؐ اپنے پروردگار کے حکم کے لیے یقیناً تم ہماری نظر میں ہو۔ اس جگہ حکم سے مراد مشرکین کو مہلت دینا، پیغمبرؐ کی طرف سے انھیں اسلام کی دعوت دینا، اور ان کی اذیت رسانی کو برداشت کرنا ہے۔ خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ مشرکین کے آزار و اذیت پر صبر کرو، بلکہ یہ فرمایا، کہ خدا کے حکم پر صبر کرو حالانکہ نتیجہ

دونوں کا ایک ہی تھا۔ لیکن سبب اس کا یہ تھا کہ آنحضرتؐ کیلئے صبر آسان ہو جائے۔ یعنی چونکہ حضرت رسول خداؐ عبد مطلق اور محبّ صادق تھے لہٰذا جب آپکا معبود آپکو حکم دے کہ ہمارے حکم پر صبر کرو۔ یعنی جب میں ایسا حکم دے چکا ہوں کہ فی الحال مشرکین کو مہلت دیتا ہوں اور انھیں عذاب میں گرفتار نہیں کروں گا تو تم بھی دعوت اسلام سے دستبردار نہ ہو اور ان کی اذیّت و آزار پر تحمل سے کام لو اور اسطرح آپ پر صبر آسان ہو جائے، خصوصاً "باعیننا" کے فقرے کے ساتھ۔

خلاصہ یہ کہ پیغمبر خداؐ پر فرض تھا کہ تیرہ ۱۳ سال تک مکّۂ معظمہ میں رہ کے رنج و الم کا سامنا فرمائیں اور خدا کیلئے طرح طرح کے ظلم و ستم برداشت فرمائیں یہاں تک کہ جنگ بدر میں دشمنوں سے انتقام لیا جائے۔

اس لیے کہ اگر یہ طے کیا جاتا کہ خدا انھیں مہلت نہ دے اور جھٹلانے والے جب ایذا پہنچائیں تو ہلاک کر دیے جائیں تو دعوت خداوندی بے نتیجہ ہو کے رہ جاتی۔ بلکہ یہ ضروری تھا کہ انھیں کافی مدّت تک مہلت دی جائے تاکہ ان میں سے کچھ لوگ ایمان لے آئیں اور جو لوگ کفر کے اوپر مُصر ہیں ان پر حجت تمام ہو جائے۔ اور تمام پیغمبروں کے بارے میں سنت الٰہی یہی رہی ہے۔ بلکہ گنہگاروں کے بارے میں یہی دستور رہا ہے کہ خدا انھیں مہلت دیتا ہے۔

روایت میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے بارے میں نفرین کی تو پورے چالیس ۴۰ سال کی مدت گذرنے کے بعد وہ ہلاک ہوا۔ خدا مہلت تو دیتا ہے لیکن بہت ہی کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی اصلاح کیلئے اس موقع اور مہلت

سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔[۱]

تمھاری روح عالم برزخ میں رزق چاہتی ہے

آؤ اس حقیقی جمال کیلئے اہتمام اور کوشش کرو جس کی اصلیت آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین کی مقدس ذاتوں میں ہے۔ میدان حشر میں سورج اور چاند نہ ہوں گے وہاں کوئی نور نہ چمکے گا سوا جمال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یا اس شخص کے جو محمدی بن جائے وہاں روح کا حسن و جمال ہوگا، بدن کا نہیں۔ اپنے اوپر اس قدر ظلم نہ کرو اور اپنی روح سے غافل نہ رہو جسمانی آرام و آسائش کیلئے اسقدر وسائل مہیا ہیں تو اپنی قبر کیلئے بھی کوئی کام انجام دو! عالم برزخ میں یہ جسم نہیں بلکہ تمھاری روح رزق چاہتی ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے اگر تمھارا لباس آگ سے تیار ہو۔[۲] کاش تم دیکھتے کہ آگ نے ظالموں کو کسطرح جکڑ لیا ہے یہ انھیں کی خصلتوں کا نتیجہ ہے کہ آتش عذاب نے انھیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے[۳]۔

اے دین کے حامی برزخی جنت میں آجا۔

آیۂ مبارکہ "قیل ادخل الجنۃ" کے بارے میں چند مفسّرین نے لکھا ہے کہ جیسے ہی پیغمبروں کا یہ حامی قتل ہوا فوراً اس کی روح مقدس کو

---

[۱] کتاب قیامت و قرآن ص۱۲۴ سے ص۱۳۱ تک [۲] "سرابیلھم من قطران وتغشی وجوھھم النار" سورۂ ابراہیم آیت ۵۰
[۳] کتاب نفس مطمئنہ ص۴۷۔

ندا ہوئی کہ بہشت میں داخل ہو جا۔ اور رحمت خداوندی کا یہ حکم پہنچا کہ بوستان الٰہی میں وارد ہو!۔

البتہ یہاں آخرت اور قیامت کی جنت نہیں بلکہ برزخی جنت مراد ہے۔ برزخی جنت اس وقت سے جب آدمی کو موت آتی ہے قیامت تک ہے۔ جس وقت سے روح اور بدن کے درمیان جدائی ہوتی ہے۔ برزخ شروع ہو جاتا ہے ۱؎

موت سے قیامت تک برزخ یعنی ایک درمیانی واسطہ ہے۔ نہ وہ دنیا کے مثل ہے۔ اس کی کثافتوں کے ساتھ، نہ آخرت کے مانند ہے اس کی لطافتوں کے ساتھ۔ یہ ایک درمیانی حد ہے۔ برزخ اس وقت بھی موجود ہے اور اسی عالم میں ہے لیکن اس کے پردۂ غیب میں ہے۔ مادّہ اور محسوسات سے پوشیدہ ہے یہ مادی جسم اُسے دیکھ نہیں سکتا۔ تم خود غور کرو کہ ہوا موجود ہے اور جسم مرکب بھی ہے لیکن آنکھ اُسے نہیں دیکھتی اسلیئے کہ وہ لطیف ہے۔ یہ میری اور تمھاری آنکھ کا نقص ہے کہ سوا مادّے اور مادّیات کے اور کسی شے کو نہیں دیکھ سکتی۔ البتہ اس جسم سے علیحدگی کے بعد برزخی اجسام بھی جو مادّی نہیں ہیں قابل دید ہو جاتے ہیں

خداوند عالم نے قرآن مجید میں بہشت آخرت کے لیے جو وعدہ فرمایا ہے وہ برزخی بہشت میں بھی ہے۔ چنانچہ روح کے جسم سے جدا ہوتے ہی اُسے بشارت دی جاتی ہے کہ بہشت میں آجا! شہید تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور شہادت سے

۱؎ ومن ورائهم برزخ الی یوم یبعثون سورہ ۲۳ - آیت ۱۰۰

بالاتر کوئی نیکی نہیں ہے۔ ۱؎ و ۲؎

"قیل ادخل الجنّة قال یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربّی وجعلنی من المکرمین وما انزلنا علیٰ قومه من بعده من جند من السّمآء وما کنا منزلین ان کانت الّا صیحة واحدة فاذا هم خامدون" (یعنی (حبیب نجار سے) کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ! اس وقت انھوں نے کہا، کہ میرے پروردگار نے مجھے جو بخشدیا اور مجھے بزرگ افراد میں سے قرار دیا ہے کاش اسے میری قوم والے بھی جان لیتے اور ہم نے اُن کے بعد ان کی قوم پر نہ تو آسمان سے کوئی لشکر اتارا اور نہ ہم (اتنی سی بات کے لیے کوئی لشکر) اُتارنے والے تھے وہ تو صرف ایک چیخ تھی بس وہ (چراغ کیطرح) بجھ کے رہ گئے۔ سورہ یٰس آیت ۲۶ تا ۲۹ (مترجم)

مومن کے لیے اُس کی موت سے قیامت تک برزخی جنت ہے

جب مومن آل یاسین کو اور پیغمبروں کے اس یار و مددگار کو قتل کیا گیا تو ان سے کہا گیا کہ بہشت میں آجاؤ۔ جب وہ داخل بہشت ہوئے تو کہا، کاش میری قوم یہ جانتی کہ میرے پروردگار نے مجھے بخشدیا ہے اور مجھے بلند مرتبہ لوگوں میں سے قرار دیا ہے دراصل پیغمبر اور خدا کیطرف دعوت دینے والے امتوں کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ چونکہ وہ سوا ہمدردی کے اور کوئی غرض نہیں رکھتے

۱؎ فوق کل برّ برّ حتّیٰ ینتهی الی القتل فی سبیل اللہ (سفینة البحار ج ۲ ص ۶۸۷) ۲؎ - کتاب قلب قرآن ص ۸۵۔

لہٰذا چاہتے ہیں کہ یہ خلقت نجات پائے۔ اور سعادتمندی کی منزل پر فائز ہو۔ باوجودیکہ لوگوں نے انہیں مارا اور قتل کیا پھر بھی انھوں نے نفرین نہیں کی بلکہ دلسوزی اور مہربانی ہی کرتے رہے اور ان کی یہی تمنا رہی کہ کاش یہ بے خبر لوگ جنھوں نے ہماری نصیحتوں کو قبول نہیں کیا سمجھ لیتے۔ میں نے کہا تھا کہ میرا مقصود برزخی جنّت ہے جو مومن کے لیے موت کے وقت سے روزِ قیامت تک ہے۔ اگر مومن ہو اور کچھ گناہ بھی رکھتا ہو اور بغیر توبہ کے مر جائے تو اپنی عمر کی ساعتوں کے حساب سے برزخ کے عذاب میں بھی رہے گا اور ثواب میں بھی یہاں تک کہ آخرکار تصفیہ ہو جائے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسی برزخ میں گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جس وقت میدان حشر میں وارد ہو گا تو اس کے ذمّے کوئی حساب نہ ہو گا۔ آیت "قیل ادخل الجنّۃ" کے بارے میں بعض مفسّرین کا قول ہے کہ اس مومن کے قتل کی خبر پہلے ہی سے دیدی جانا چاہیئے تھی اس کے بعد یہ فرمایا جاتا کہ اس سے کہا گیا..... لیکن یہاں قتل کا ذکر نہیں ہوا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس قول سے قبل انہیں آیات سے موت کا مفہوم حاصل ہو جاتا ہے وما انزلنا علی قومہ من بعدہ" میں کلمہ "من بعد..... سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ایسا ان کی موت کے بعد ہوا۔ اور یہ ضروری نہیں ہے کہ دوبارہ ان کے قتل ہونے کا ذکر کیا جائے۔

"یاحسرۃ علی العباد ما یأتیھم من رسول الّا کانوا بہ یستھزءون الم یروکم اھلکنا قبلھم من القرون انھم الیھم لا یرجعون"

برزخ میں انسان کی حالت حقیقتوں کا انکشاف ہے

آیت "یاحسرۃ علی العباد" کے سلسلے میں بتایا گیا ہے کہ حقیقتاً انسان کی حالت برزخ اور قیامت میں ظاہر ہو گی کیونکہ جو کچھ یہاں پوشیدہ ہے وہاں اس کا انکشاف ہو جائے گا۔ اس وقت جن لوگوں نے پیغمبروں اور تابعین کے ساتھ تمسخر اور استہزا کیا تھا" دعاۃ الی اللہ "خلق خدا کو آخرت کیطرف دعوت دینے والے ان سے تمسخر کریں گے۔ جس وقت حقیقت ظاہر ہوتی ہے تو ایسے لوگوں کو کس قدر افسوس اور ندامت عارض ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ساری قیامت کو یوم سے تعبیر کیا گیا ہے، "یوم الآزفۃ" "یوم القیامۃ"، "یوم الواقعۃ" قیامت میں دنیا کے دنوں کی طرح آفتاب نہ ہو گا[1] (زمین محشر میں شمس و قمر نہ ہوں گے)۔

برزخ میں جمال محمدیؐ کے علاوہ کوئی نور نہ ہو گا۔

اس بنا پر یوم کی تعبیر کیلئے ہے؟ روز یعنی روشنی لیل یا شب کے مقابلے میں ہے جو تاریک ہوتی ہے۔ دنیا میں تاریکی ہے حقیقت پوشیدہ اور باطن کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ حقائق آشکار نہیں ہیں موت کی ابتدا ہی سے کشف حقائق کے لیے حقیقی صبح کا آغاز ہوتا ہے مثلاً اس دنیا میں تم حضرت علی علیہ السلام کو پہچاننے کی جتنی بھی کوشش کرو گے کامیاب نہ ہو گے اس لیے کہ وہ ہم سے پوشیدہ ہیں۔

---

[1] (اذا الشمس کوّرت ـ جمع الشّمس والقمر)

لیکن موت کے ساتھ ہی جب تمھاری برزخی آنکھ کھل جاتی ہے تو حضرت علی علیہ السّلام کی بلندی اور عظمت کا ایک حد تک ادراک کر سکتے ہو۔ خدا کا طاقتور ہاتھ، نیک بندوں پر خدا کی نعمت اور برے لوگوں پر خدا کا عذاب [1]۔ غرضکہ ولادت کے وقت سے موت کی گھڑی تک رات ہے اور موت کے بعد کشف حقیقت کا دن۔ حقیقت کا انکشاف ہونے دو! اسوقت جو لوگ پیغمبروں کا استہزاء کرتے تھے جب انکی بلندی اور بزرگی کا مشاہدہ کریں گے اور ان علماء، صاحبان عمل، اور اولیائے خدا کی رفعت کو دیکھیں گے جنھیں دنیا میں حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور ان کا مذاق اڑاتے تھے تو ان پر کیا گذرے گی؟۔

مرقد اور برزخ کے بارے میں ایک نکتہ

لفظ مرقد کے بارے میں ایک نکتہ یہ ہے کہ مرقد اسم مکان یعنی محل رقود یعنی محل خواب یا خوابگاہ ہے۔ قیامت کے روز لوگ قبروں سے اٹھنے کے بعد کہیں گے کہ ہمیں ہماری خوابگاہ سے کس نے اٹھا دیا ہے؟ درحالیکہ وہ برزخ میں عذاب جھیل رہے تھے [2]۔ جو شخص دنیا میں جاتا ہے اسے برزخ میں ثواب و عقاب کا سامنا ہوگا ہے یہانتک کہ وہ اصلی بہشت یا اصلی جہنم میں پہنچ جائے جو گناہ وہ کر چکا ہے۔ ان کا وبال جھیلتا ہے کتنے ہی ایسے ہیں جو اسی برزخ میں پاک و صاف

---

[1] السلام علیٰ نعمۃ اللہ علی الابرار ونقمتہ علی الفجار۔ زیارت ششم حضرت امیرالمومنینؑ۔ [2] ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون۔ سورۂ مومنون پ۲۳ آیت ۱۰۰۔

ہو جاتے ہیں اس کے باوجود کہتے ہیں مرقد، حالانکہ وہ برزخ میں تھے۔

اس کا جو جواب دیا گیا ہے اور درست بھی ہے، یہ ہے کہ کہتے ہیں جملہ عوالم اپنی قوت اور ضعف کے پیش نظر بعینہا خواب اور بیداری کے مثل ہیں۔ خاک کے اوپر زندگی بسر کرنا عالم برزخ کی مناسبت سے ایسا ہی ہے جیسے تم یہاں سو رہے ہو اور وہاں بیداری ہے چونکہ برزخ کی قوت اثر دنیا سے بدرجہا زیادہ ہے۔ لہٰذا سب لوگ یہاں سو رہے ہیں جب موت آتی ہے تب جاگتے ہیں [1] یہ روایت امیرالمومنین علیہ السلام سے ہے جو لوگ مردوں سے متعلق سچے خواب دیکھ چکے ہیں وہ اس گذارش کی تصدیق کرتے ہیں۔ کتاب داستان ہائے شگفت میں اس طرح کے کافی نمونے درج ہیں اسی طرح حاجی نوری کی کتاب دارالسلام میں بھی اس کے شواہد موجود ہیں۔

برزخ کی نسبت سے قیامت خواب کے بعد بیداری ہے

چونکہ برزخ کی نسبت سے قیامت خواب کے بعد بیداری ہے۔ اس کی اصلی تاثیر بھی قیامت میں ہے۔ برزخ میں ثواب ہو یا عقاب اپنی درمیانی حد میں ہوتا ہے۔ وہاں ہر چیز دنیا کے مقابلے میں بیداری ہے لیکن حیات بعد از موت کے لحاظ سے خواب ہے۔ لہٰذا جب انسان قبر سے سر اٹھائے گا۔ تو کہے گا، کس نے مجھے بیدار کر دیا ہے؟۔ جب اس کی نظر جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں پر پڑے گی جو پہاڑ کی طرح بلند ہو رہے ہوں گے۔ ایک طرف ملائکہ غلاظ و شداد ساری مخلوق کو

---

[1] الناس نیام اذا ماتوا انتبھوا۔

حساب کے لیے حاضر کرنے پر مامور ہوں گے، اور ایک طرف ایسے چہرے نظر آئیں گے جو سیاہ ہو چکے ہوں گے۔[1] ایسی عجیب و غریب چیزیں نظر آئیں گی جن کی مثالیں برزخ میں بھی موجود نہیں تھیں۔ یہ چیزیں اس طرح لرزہ براندام کر دیں گی کہ سبھی لوگ زانوؤں کے بل سرنگوں ہو جائیں گے[2]۔ اور کہیں گے "رب نفسی" سوا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ آپ کہیں گے "رب امتی" یعنی خداوندا میری امت کی فریاد کو پہنچ! کسی کے پاؤں میں کھڑے رہنے کی طاقت نہ ہوگی، ہول کی وجہ سے حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے۔ بچوں کو دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں سے غافل ہو جائیں گی، اور تم دیکھو گے کہ لوگ نشے میں بے خود ہیں۔ لیکن وہ نشے میں نہ ہوں گے البتہ عذاب خدا بہت سخت ہے[3]۔ ہم قیامت کے بارے میں ایسی خبریں سنتے ہیں کہ ہر چند برزخ میں بھی عذاب ہوگا لیکن یہاں وہ عذاب کیا چیز ہے؟ بچھو کے ڈنک کے مقابلے میں مچھر کا ڈنک کیا حقیقت رکھتا ہے؟ ہاں، یہ وہی پیغمبرؐ کا وعدہ ہے جنھوں نے دیکھا ہے اور سچ فرمایا ہے۔

عالمِ برزخ میں بقائے ارواح کا ثبوت

جناب آقائے سبط نے نقل کیا ہے کہ مرحوم آقا سید ابراہیم شوشتری جو اہواز

[1] وجوہ یومئذ علیہا غبرۃ۔ سورۂ عبس نمبر ۸۰۔ آیت نمبر ۴۰

[2] وتری کل امۃ جاثیۃ (سورۃ الجاثیہ)

[3] وتضع کل ذات حمل حملہا وتری الناس سکاریٰ وما ہم بسکاریٰ ولکن عذاب اللہ شدید۔ سورۂ حج نمبر ۲۲۔ آیت نمبر ۲۔

کے ائمۂ جماعت میں سے اور بہت محتاط و مقدس تھے اپنے عقد ازدواج کے بعد سخت پریشانی اور فقر و تہیدستی میں مبتلا ہو گئے۔ یہاں تک کہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے اخراجات پورے کرنے سے معذور ہو گئے مجبور ہو کر پوشیدہ طور سے نجف اشرف چلے گئے اور شوشتر کے ایک طالب علم کے پاس مدرسے میں رہنے لگے۔ چند ماہ کے بعد شوشتر سے ایک قافلہ آیا اور ان کو خبر دی کہ تمھارے گھر والے تمھارے نجف اشرف آنے سے مطلع ہو گئے ہیں اور اب تمھاری زوجہ، ماں باپ، اور بہنیں یہاں آئی ہیں۔ یہ سن کے موصوف سخت پریشان ہو گئے کہ یہاں نہ انکے پاس ٹھہرانے کی جگہ ہے نہ مالی گنجائش، آخر کیا کریں؟ بہر طور جس طرح ممکن تھا ادھر ادھر لوگوں سے کسی خالی مکان کا سراغ لگانا شروع کیا۔ لوگوں نے ایک دوکاندار کا پتا دیا کہ اس کے پاس ایک خالی مکان کی کنجی موجود ہے۔ یہ اُس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا، ہاں ہے تو لیکن وہ گھر نامبارک ہے اور جو شخص بھی اس میں مقیم ہوتا ہے پریشانی میں مبتلا ہو کر موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ سید نے کہا کوئی حرج نہیں ہے (اگر میں مر بھی جاؤں تو اس سے بہتر کیا ہے؟ اس فقر و فلاکت کی زندگی سے جلد نجات مل جائے گی) چنانچہ مکان کی کنجی حاصل کر کے اس کے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ ہر طرف مکڑی کے جالے لگے ہوئے ہیں اور سارا گھر گندگی اور کوڑے سے بھرا ہوا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں مدتوں سے کسی کی سکونت نہیں رہی انھوں نے اُسے صاف کر کے اُس میں اپنے گھر والوں کو ٹھہرایا۔ جب رات کو سوئے تو دفعتہً دیکھا کہ ایک عرب ایک اچھے قسم کا عقال (ایسا سربند جو معمولی عربی عقالوں یا سربندوں سے زیادہ سنگین اور معزز ہوتا ہے) سر پر باندھے ہوئے آیا اور غصے میں ان کے سینے پر چڑھ بیٹھا اور کہا۔

سید! تم کیوں میرے گھر میں آئے؟ اب میں تمہارا گلا گھونٹ دونگا سید نے جواب میں کہا، میں سید اور اولاد رسولؐ ہوں اور میں نے کوئی خطا بھی نہیں کی ہے۔ عرب نے کہا۔ یہ سب ٹھیک ہے لیکن تم نے میرے گھر میں کیوں قیام کیا؟ سید نے کہا، اب آپ جو کچھ بھی حکم دیں میں اسپر عمل کروں گا۔ اور آپ سے بھی یہاں رہنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ عرب نے کہا۔ بہتر ہے اب تمہارا کام یہ ہے کہ تہ خانے کے اندر جاؤ اور اسکو پاک صاف کرنے کے بعد اس میں گچ کا جو پلاسٹر ہے اُسے اکھاڑ دو۔ اس کے نیچے سے میری قبر ظاہر ہوگی۔ اُس کے کوڑے کرکٹ کو باہر پھینک کے ہر شب ایک زیارت حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی (غالباً زیارت امین اللہ پڑھانی تھی) پڑھو اور روزانہ فلاں مقدار میں (یہ مقدار ناقل کے ذہن سے نکل گئی تھی) قرآن کی تلاوت کیا کرو۔ اُسوقت مکان میں رہنے کی اجازت ہوگی۔ سید کہتے ہیں کہ میں نے اسی طریقے سے سرداب فرش کو جو گچ سے بنا ہوا تھا اُکھاڑا تو قبر نظر آئی میں نے سرداب کو صاف کیا اور ہر شب زیارت امین اللہ اور ہر روز تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتا تھا۔ لیکن خانگی اخراجات کیطرف سے سخت مصیبت میں مبتلا تھا۔ یہاں تک کہ میں ایک روز روضۂ اقدس کے صحن مطہر میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے جن کے متعلق بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شیخ خزعل سے وابستہ رئیس التجار حاجی معروف بہ سردار اقدس تھے مجھکو دیکھا۔ حالات معلوم کیے اور گھر کے افراد کی تعداد کے مطابق سے ایک ایک عثمانی لیرہ (ترکی کا سکہ) دیا اور ضروریات زندگی کے لحاظ سے کافی ماہوار رقم معین کرکے اس کا قبالہ (سند) لکھدیا چنانچہ اس سے میری معاشی حالت سدھر گئی۔ اور میں پورے طور پر آسودہ حال ہوگیا
یہ حکایت چند دیگر مذکورہ واقعات کی طرح عالم برزخ میں روحوں کی

بقا اور اس دنیا کے حالات و کیفیات سے اُن کی آگاہی پر ایک گواہ صادق ہے۔ اس حکایت سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ روحیں اپنے مقام دفن بعد اپنی قبروں سے کافی دلچسپی اور تعلق رکھتی ہیں۔ اس مطلب کی توضیح یہ ہے کہ روحیں سالہا سال اپنے جسموں کے ساتھ رہ چکی ہوتی ہیں۔ اُن کے وسیلے سے مختلف کام انجام دیتی ہیں، علوم و معارف حاصل کرتی ہیں، عبادتیں کرتی ہیں نیک اعمال بجالاتی ہیں اور اس کے جواب میں ان اجسام کی خدمتیں کرتی ہیں اور انکی تربیت اور تدبیر میں طرح طرح کے رنج والم برداشت کرتی ہیں اسی بنا پر محققین کا قول ہے کہ نفس کا تعلق بدن کے ساتھ عاشق و معشوق کے درمیان تعلق اور رابطے کے مانند ہے۔ اسی لیے جب وہ موت کے بعد بدن سے دور ہوجاتا ہے تو اس سے مکمل قطع تعلق نہیں کرتا۔ اور جہاں اس کا بدن ہوتا ہے اس مقام پر خصوصی نظر اور توجہ رکھتا ہے۔ چنانچہ اگر دیکھتا ہے کہ اُس مقام پر کوڑا اور خس و خاشاک ڈالا جارہا ہے یا اُس جگہ گناہ اور گندے کام ہورہے ہیں تو وہ بہت رنجیدہ ہوتا ہے اور ایسے بُرے افعال کا ارتکاب کرنے والوں پر نفرین کرتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ روحوں کی نفرین بہت اثر رکھتی ہے جیساکہ مذکورہ داستان میں بتایا گیا ہے جو لوگ اس گھر میں قیام کرتے تھے وہ کیسی کیسی پریشانیوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوتے تھے لیکن وہ اپنے خیال فاسد میں یہی سمجھتے تھے کہ گھر منحوس و نامبارک ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص قبر کو پاک و صاف رکھتا ہے اور اُس کے قریب تلاوت قرآن جیسے نیک اعمال بجالاتا ہے تو وہ (روحیں) خوش ہوتی ہیں اور اس کے لیے دعا کرتی ہیں جیساکہ سید موصوف کے بارے میں بیان کیا گیا کہ زیارت اور تلاوت قرآن کی برکت سے اُس قبر کے نزدیک ان کیلئے

کیسی فراخی اور فارغ البالی حاصل ہوئی۔[۱]

برزخ کے بارے میں امام موسیٰ کاظمؑ کا ایک معجزہ

یہ واقعہ لائق غور وفکر ہے۔ کتاب کشف الغمہ میں جو شیعوں کی معتبر کتابوں میں سے ہے، امام ہفتم حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہما السّلام کی کرامتوں کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔ میں نے بزرگان عراق سے سُنا ہے کہ عباسی خلیفہ کا ایک بہت شاندار اور متموّل وزیر تھا۔ جو فوجی اور ملکی معاملات کی تنظیم و درستی میں کافی ماہر اور مستعد اور خلیفہ کا منظور نظر تھا۔ جب وہ مرا تو خلیفہ نے اس کی خدمت گذاریوں کی تلافی کے لیے حکم دیا کہ اس کی میّت کو حرم امام ہفتم کے اندر ضریح اقدس کے قریب دفن کیا جائے حرم مطہّر کا متولی جو ایک مرد متقی عبادت گذار اور حرم کا خادم تھا رات کو رواق مطہّر میں قیام کرتا تھا۔ چنانچہ اُس نے خواب میں دیکھا کہ اس وزیر کی قبر شگافتہ ہوگئی ہے۔ اس میں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں اور ایسا دھواں اٹھ رہا ہے جس سے جلی ہوئی ہڈی کی بدبو آرہی ہے یہاں تک کہ سارا حرم دھویں اور آگ سے بھر گیا۔ اس نے دیکھا کہ امامؑ استادہ ہیں اور بلند آواز سے متولی کا نام لیکر فرمارہے ہیں کہ (خلیفہ کا نام لیکر) خلیفہ سے کہو کہ تم نے اس ظالم کو میرے قریب دفن کرکے مجھے اذیّت پہنچائی ہے۔ متولی کی آنکھ کھل گئی درحالیکہ وہ خوف کی شدت سے لرز رہا تھا۔ اُس نے فوراً سارا واقعہ تفصیل کے ساتھ لکھ کے خلیفہ کے پاس روانہ کیا۔ خلیفہ اسی رات بغداد سے کاظمین آیا، حرم کو لوگوں سے خالی کرا کے حکم دیا کہ وزیر کی قبر کھودی جائے اور اس کے جسد کو باہر نکال کے

[۱] کتاب داستانہائے شگفت ص۲

دوسرے مقام پر دفن کیا جائے چنانچہ جب خلیفہ کے روبرو قبر شگافتہ کی گئی تو اس کے اندر بجز جلے ہوئے جسم کی خاکستر کے اور کچھ بھی نہیں تھا

عالم برزخ کے بارے میں چند سوالات

علمائے اعلام اور سادات کرام کی ایک بزرگ شخصیت نے جو شاید اپنا نام ظاہر نہ کرنا چاہتے ہوں نقل فرمایا ہے کہ ایک بار میں نے اپنے پدر علامہ کو خواب میں دیکھا اور ان سے کچھ سوالات کیے اور انھوں نے ان کے جوابات دیے۔

۱۔ میں نے پوچھا کہ جو روحیں عالم برزخ کے اندر عذاب میں مبتلا ہیں اُن کا عذاب اور سختیاں کسطرح کی ہیں؟ انھوں نے فرمایا، چونکہ تم ابھی عالم دنیا میں ہو۔ لہٰذا مثال کے طور پر یہی بتایا جاسکتا ہے کہ جسطرح تم کسی کوہستان کے ایک درّے کے اندر ہو اور اس کے چاروں طرف اتنے بلند پہاڑ ہوں کہ کوئی شخص ان پر چڑھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور اس حالت میں ایک بھیڑیا تم پر حملہ کردے جس سے فرار کا کوئی راستہ نہو۔

۲۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ، میں نے دنیا میں آپکے لیے جو امور خیر انجام دیے ہیں وہ آپ تک پہنچے یا نہیں؟ اور ہماری خیرات سے آپکو کس قسم کے فوائد حاصل ہوتے ہیں؟ فرمایا کہ ہاں، وہ سب ہم تک پہونچ گئے۔ لیکن اُن سے فائدہ اٹھانے کی کیفیت بھی تمہارے سامنے ایک مثال کے ذریعے بیان کرتا ہوں جس وقت تم ایک ایسے حمّام کے اندر ہو جو بہت ہی گرم اور مجمع کے ہجوم سے چھلک رہا ہو وہاں تنفس کی کثرت، بخارات، اور حرارت کی وجہ سے تمہیں سانس لینا دشوار ہوجائے ایسے عالم میں ایک گوشے سے حمام کا دروازہ کھل جائے اور اس سے خوشگوار نسیم سحری کا ٹھنڈا جھونکا

تمھارے پاس پہنچے تو تم کسقدر مسرت و راحت و آزادی محسوس کرو گے؛ بس تمھاری خیرات دیکھنے کے بعد یہی کیفیت ہماری ہوتی ہے۔

۳۔ جب میں نے اپنے باپ کو صحیح و سالم اور نورانی صورت میں پایا اور دیکھا کہ صرف ان کے ہونٹ زخمی ہیں اور ان سے پیپ اور خون رس رہا ہے تو میں نے ان مرحوم سے اس کا سبب دریافت کیا اور کہا کہ اگر مجھ سے کوئی ایسا عمل ہو سکتا ہو جس سے آپکے ہونٹوں کو فائدہ پہنچ سکے تو فرمائیے تاکہ اُسے انجام دوں۔ انھوں نے جواب میں فرمایا کہ اس کا علاج صرف تمھاری علویہ ماں کے ہاتھ میں ہے کیوں کہ اس کا باعث فقط اس کی وہ اہانت ہے جو میں دنیا میں کیا کرتا تھا۔ چونکہ اس کا نام سکینہ ہے لہٰذا جب میں پکارتا تھا تو خانم سگو کہا کرتا تھا۔ اور وہ اس سے رنجیدہ خاطر ہوتی تھی اگر تم اُسے مجھ سے راضی کر سکو تو فائدے کی امید ہے۔ محترم ناقل فرماتے ہیں کہ میں نے یہ صورتحال اپنی ماں کے سامنے پیش کی تو انھوں نے جواب میں کہا کہ ہاں، تمھارے باپ مجھکو پکارتے تھے تو میری تحقیر کیلئے خانم سگو کہتے تھے جس سے میں سخت آزردہ خاطر اور رنجیدہ ہوتی تھی لیکن اس کا اظہار نہیں کرتی تھی۔ اور ان کے احترام کے پیش نظر کچھ کہتی نہیں تھی۔ اب جبکہ وہ زحمت میں مبتلا اور پریشان ہیں تو میں انھیں معاف کرتی ہوں اور ان سے راضی ہوں اور ان کے لیے صمیم قلب سے دعا کرتی ہوں۔ ان تین سوالات اور ان کے جوابات میں ایسے مطالب پوشیدہ ہیں جن کا جاننا ضروری ہے اور میں محترم ناظرین کو متوجہ کرنے کیلئے مختصر طور پر ان کی یاد آوری کرتا ہوں۔

برزخ میں نیک اعمال بہترین صورتوں میں

عقلی اور نقلی دلیلوں سے ثابت اور مسلّم ہے کہ آدمی موت سے فنا نہیں

ہوتا بلکہ اُس کی روح مادّی اور خاکی بدن سے رہائی کے بعد ایک انتہائی لطیف قالب سے ملحق ہو جاتی ہے۔ اور وہ تمام ادراکات و احساسات جو اُسے دنیا میں حاصل تھے جیسے سننا، دیکھنا، خوشی اور غم وغیرہ اُس کے ساتھ رہتے ہیں بلکہ عالم دنیا سے زیادہ شدید اور قوی ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ جسم مثالی مکمل صفائی اور لطافت کا حامل ہوتا ہے لہٰذا مادی آنکھیں اُسے نہیں دیکھتی ہیں۔ یعنی یہ کمی چشم مادی کیطرف سے ہے کہ وہ ہوا جیسی چیز کو بھی جس کا جسم مرکب ہے لیکن چونکہ لطیف ہے نہیں دیکھ سکتی۔

موت کے بعد سے قیامت تک آدمی کی روح کی اس حالت کو عالم مثالی اور برزخ کہتے ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ان کے پیچھے برزخ ہے اُس دن تک جب وہ اٹھائے جائیں گے[1] اس مقام پر جس چیز کی یاد دہانی اور جس پر توجہ ضروری ہے یہ ہے کہ جو لوگ خوش نصیبی کے ساتھ اس دنیا سے گئے ہیں وہ برزخ میں اپنے تمام نیک اعمال اور اخلاق فاضلہ کا بہترین اور انتہائی خوبصورت شکلوں میں مشاہدہ کرتے ہیں اور اُن سے فائدہ اٹھا کر شاد و مسرور ہیں۔ اسی طرح بدبخت نفوس اپنے ناجائز افعال اپنی خیانتوں، گناہوں اور پست و رذیل اخلاق کو بدترین اور بہت ہی وحشتناک صورتوں میں دیکھتے ہیں اور آرزو کرتے ہیں کہ ان سے دور رہیں۔ لیکن یہ ہونے والا نہیں جیسی کہ اُن بزرگوار مرحوم کے جواب میں ایک حملہ آور بھیڑیے سے تشبیہ دی گئی ہے جس سے فرار کا کوئی راستہ نہو۔

اس آیۂ مبارکہ میں غور کرنے کی ضرورت ہے "جس روز ہر نفس اپنے

---

[1] ومن ورائهم برزخ الی یوم یبعثون۔ سورہ ۲۳ آیت ۱۰۰

اعمال نیک کو اپنے سامنے حاضر پائے گا، اور اپنے برے افعال کے بارے میں آرزو کرے گا کہ کاش اُس کے اور ان (افعال بد) کے درمیان لمبا فاصلہ ہوتا اور خدا تمہیں اپنے عقاب سے دور رکھنا چاہتا ہے، اور خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے"۔[1] یہ بھی اس کی مہربانی ہے کہ اُس نے دنیا ہی میں خطرے کا اعلان فرمادیا تاکہ لوگ عالم آخرت میں فشار اور سختیوں میں گرفتار ہونے سے بچیں۔[2]

جنازے کے اوپر ایک کُتّا۔ برزخی صورت

مومن و متقی اور صاحب ایمان بزرگ مرحوم ڈاکٹر احمد احسان نے جو برسوں کربلائے معلّٰی میں مقیم رہے اور اپنی عمر کے آخری چند سال قم کے مجاور رہے اور وہیں اُن کا انتقال اور دفن و کفن ہوا۔ تقریباً پچیس[۲۵] سال قبل کربلا میں بیان فرمایا کہ میں نے ایک روز ایک جنازہ دیکھا جسے کچھ لوگ تبرّک اور زیارت کے قصد سے حضرت سیدالشہداء علیہ السلام کے حرم مطہر کیطرف لیے جارہے تھے میں بھی مشایعت کرنے والوں میں شامل ہوگیا۔ دفعتہً میں نے دیکھا کہ تابوت کے اوپر ایک خوفناک سیاہ کُتّا بیٹھا ہوا ہے۔ میں حیرت زدہ ہوگیا اور یہ جاننے کیلئے کہ دوسرا کوئی شخص بھی اسکو دیکھ رہا ہے یا تنہا میں ہی اس عجیب و

---

[1] ۔ یوم تجد کلّ نفس ما عملت من خیر محضرا وما عملت من سوء تودّ لو انّ بینها وبینه امدا بعیدا و یحذّرکم اللہ نفسہ واللہ رؤف بالعباد سورہ ۳، آیت ۳۰

[2] ۔ کتاب داستانہائے شگفت ص ۳۱۲ تا ص ۳۱۶،

غریب امر کا مشاہدہ کر رہا ہوں اپنی داہنی جانب چلنے والے ایک شخص سے پوچھا کہ جنازے کے اوپر جو کپڑا ہے وہ کیسا ہے؟ اس نے کہا کشمیری شال ہے۔ میں نے کہا کپڑے کے اوپر کچھ اور دیکھ رہے ہو؟ اُس نے کہا، نہیں یہی سوال میں نے اپنی بائیں طرف والے سے بھی کیا اور یہی جواب ملا تو میں نے سمجھ لیا کہ سوا میرے اور کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔ جب ہم صحن مبارک کے دروازے تک پہنچے تو وہ کُتّا جنازے سے الگ ہوگیا یہاں تک کہ جب جنازے کو حرم مطہر اور صحن مبارک سے باہر لائے تو میں نے پھر اُس کو جنازے کے ساتھ پایا۔ میں اُس کے ساتھ قبرستان تک گیا کہ دیکھوں کیا ہوتا ہے؟ میں نے غسل خانے اور تمام حالات میں کُتّے کو جنازے سے متّصل پایا۔ یہاں تک کہ جب میت کو دفن کیا گیا تو وہ کُتّا بھی اُسی قبر میں میری نظر سے اوجھل ہوگیا۔

برزخ میں آدمی کے کردار مناسب حال صورتوں میں

اسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ قاضی سعید قمی نے اپنی کتاب "اربعینات" میں استادکل شیخ بہائی اعلی اللہ مقامہ سے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صاحبان معرفت و بصیرت میں سے ایک شخص اصفہان کے ایک مقبرے میں مجاور تھے۔ ایک روز جناب شیخ بہائی علیہ الرحمہ اُن کی ملاقات کو گئے تو انھوں نے کہا کہ میں نے گذشتہ روز اس قبرستان میں چند عجیب و غریب امور مشاہدہ کیے میں نے دیکھا کہ ایک جماعت ایک جنازہ لیکے آئی اور اسے فلاں مقام پر دفن کر کے چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک بہت نفیس خوشبو میرے مشام میں پہونچی جو دنیا دی خوشبوؤں میں سے نہیں تھی، میں متحیّر ہوا۔ اور یہ معلوم کرنے کیلئے کہ خوشبو کہاں سے آرہی ہے۔ چاروں طرف نظر

دوڑائی۔ ناگاہ ایک بہت حسین و جمیل صورت شاہانہ انداز میں نظر آئی میں نے دیکھا کہ وہ اس قبر کے قریب گئی اور پھر میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتہً ایک گندی بدبو جو ہر بدبو سے زیادہ گندی اور ناگوار تھی میرے مشام میں پہونچی۔ جب دیکھا تو ایک کتا نظر آیا جو اسی قبر کیطرف جارہا تھا اور پھر قبر کے پاس پہنچکے غائب ہوگیا۔ میں اس منظر سے حیرت اور تعجب میں تھا ہی کہ اس خوبصورت جوان کو اسی راستے سے بدحالی اور بدہیئتی کے ساتھ زخمی حالت میں واپس ہوتے ہوئے دیکھا۔ میں نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے پاس پہونچکے حقیقت حال دریافت کی۔ اس نے کہا، میں اس میت کا عمل صالح ہوں اور مجھے حکم ہوا تھا کہ اس کے ساتھ رہوں، ناگاہ وہ کتا جسے تم نے ابھی دیکھا ہے آگیا، اور وہ اس کا عمل بد تھا۔ چونکہ مرنیوالے کے برے افعال زیادہ تھے لہٰذا وہ مجھ پر غالب آگیا اور مجھے اس کے ساتھ نہیں رہنے دیا۔ اب مجھے باہر نکال دینے کے بعد اس میت کیساتھ وہی کتا ہے۔

[illegible] فرماتے ہیں کہ یہ مکاشفہ درست ہے کیونکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے۔ برزخ میں آدمی کے اعمال انھیں سے مناسبت رکھنے والی صورتوں [illegible] اس کے ساتھ رہیں گے۔ اور اعمال کا مجسم ہونا اور مرنے والے کے حالات [illegible] مناسبت رکھنے والی شکلوں میں متشکل ہونا مسلم ہے۔ چنانچہ بزرگان ملت نے فرمایا ہے کہ روز قیامت جب پردہ ہٹ جائیگا[1] اور حقیقتیں ظاہر ہوجائیں گی تو انسان اپنے معاملات کو ان کی صحیح نوعیت

---

[1] یوم یکشف عن ساق۔ سورۂ قلم آیت ۴۲

میں دیکھے اور سمجھے گا۔ اور اسقدر شرمندہ ہوگا کہ اس چیز کی آرزو کرے گا کہ اسے جلد از جلد دوزخ میں ڈال دیا جائے تاکہ اس خجالت کی مصیبت سے رہائی مل جائے۔

اس سلسلے میں روایتوں کے اندر دیگر تعبیریں بھی ملتی ہیں۔ منجملہ انکے یہ ہے کہ جس وقت آدمی قبر سے سر اٹھائے گا اور جب حقایق منکشف ہو جائیں گے تو ہر شخص سمجھے گا کہ اس نے اپنے مولا اور مالک کے روبرو کیا کہا ہے اور کیا کیا ہے۔ اسوقت اسقدر عرق ندامت جاری ہوگا کہ اسکے بدن کا ایک حصہ اسی پسینے میں ڈوب جائیگا۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کسی نماز (ظہر، عصر، مغرب، عشاء، اور صبح) کا وقت ایسا نہیں ہے جس میں ایک فرشتہ ندا نہ کرتا ہو کہ، اے لوگو! اے مسلمانو! اٹھو ان آگ کے شعلوں کی طرف جنھیں تم نے خود اپنے لیے بھڑکایا ہے۔ پس انکو اپنی نماز سے خاموش کرو۔ [1 و 2]

دنیا ہمارے لیے سزاوار نہیں ہے۔ دنیا میں غلامی سے آزادی ظاہری اور جلد گذر جانیوالی آزادی ہے، خدا کرے حقیقی اور واقعی آزادی نصیب ہو۔ حقیقی آزادی عذاب سے رہائی ہے، کاش آدمی صراط سے آسانی کے ساتھ گذر جائے، خدا اپنا لطف و کرم شامل حال فرمائے، اپنے بندے کو یاد فرمائے اور اسے برق کی طرح صراط سے گذار دے۔ ہاں، "فاذکرونی اذکرکم" تم مجھے دنیا میں یاد کرو، تاکہ میں بھی تمھیں قبر میں، برزخ میں، صراط میں، میزان میں، غرض کہ قیامت میں یاد رکھوں

[1 و 2] قوموا الیٰ نیرانکم التی اوقدتموھا فاطفؤھا بصلوٰتکم۔ کتاب رازگوئی دقرآن

خدا کے ناموں میں سے ایک نام سلام بھی ہے

خدا اپنے پیغمبر کو بھی حکم دیتا ہے کہ جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے ہیں جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انھیں سلام کہو۔[۲]

قبر اور برزخ کی کشادگی۔ الٰہی تلافی

اگر تمہارا دل چاہتا ہے کہ تمہاری قبر کشادہ ہو جائے تو اپنے مومن بھائی کے حالات کا لحاظ اور رعایت کرو خدائے تعالیٰ بعض افراد کی قبروں کو اتنی وسعت عطا فرماتا ہے کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے "مد البصر" وہاں تک انہیں فراخی پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی برزخ میں انکی جائے قیام حد نگاہ تک وسیع ہوتی ہے "یفسح اللہ لکم" یعنی خدا تمھیں وسعت عطا فرمائے قیامت میں، صراط میں، اور بہشت میں۔ بہر حال یفسح سے متعلق زیادہ تفصیل مذکور نہیں ہے کیونکہ اس کی کیفیت اشخاص کی نیتوں اور ہمتوں کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔[۳]

اگر ہم برزخ کی ظلمتوں میں گرفتار ہوئے تو فریاد کریں گے

اگر ہم برزخ کی ظلمتوں میں گرفتار بھی ہونگے تو نالہ و فریاد کریں گے کہ خداوندا!

---

[۱] ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن..... [۲] واذا جاءک الذین یؤمنون بآیاتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علیٰ نفسہ الرحمۃ۔ سورۂ انعام آیت ۵۴ ص ۳۸ و ۵۲، (سورہ حشر آیت ۲۳،)

[۳] کتاب راز گوئی و قرآن ص ۹۶ و ۱۲۶،

اگرچہ ہم گنہگار ہیں لیکن حضرت علی علیہ السلام کے چاہنے والے ہیں اگر ہم جہنم کے کسی گوشے میں ڈال بھی دیے گئے تو بقول امام زین العابدین علیہ السلام اہل جہنم کو بتائیں گے کہ ہم تجھے (یعنی خدا کو) دوست رکھتے ہیں[۱] تیرے دوستوں کو دوست رکھتے ہیں، اور حسینؑ کو دوست رکھتے ہیں۔

روایت میں بھی وارد ہے کہ ایسے اشخاص ملائکہ سے کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ہمارا سلام پہونچا دو اور آنحضرت کو ہمارے حال سے آگاہ کر دو

امام حسینؑ کی عزت برزخ اور قیامت میں ظاہر ہوگی

عزت اسی شخص کیلئے ہے کہ وہ جو کچھ چاہے ہو جائے۔ روایت کے مطابق عبید بن کعب کہتا ہے کہ میں حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حسینؑ عزیز آپ کے دامن پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ انھیں سونگھ رہے ہیں اور بوسے دے رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا، یارسولؐ اللہ! کیا آپ حسینؑ کو بہت دوست رکھتے ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا، (مضمون روایت مبارکہ) آسمان والے حسینؑ کو زمین والوں سے زیادہ دوست رکھتے ہیں درحقیقت زمین والے انکی عظمت سے آگاہ نہیں ہیں۔ برزخ اور قیامت میں حسینؑ کی شان اور عظمت آشکار ہوگی، حسینؑ کی عزت اور حکومت، حسینؑ اور دیگر ائمہؑ کا ارادہ اور سلطنت وہیں ظاہر ہوگی۔ ذلت یزیدؑ، یزید والوں اور ہر کافر و ملحد کا حصہ ہے[۲] اے انسان تو فانی نہیں ہے حیوان اور نباتات کے مانند نہیں ہے کہ تیری زندگی کا ٹھکانا

---

[۱] لاخبرن اھل النار بحبی لک۔ دعائے ابوحمزہ ثمالی

[۲] کتاب ولایت ص ۱۶۵ و ۷۴

موت ہو۔ تیرا بدن بظاہر فنا ہوجاتا ہے لیکن تیری روح باقی بقاء اللہ ہے جو شخص مرتا ہے اسکی موت کے وقت سے عالم برزخ یعنی اس دنیا اور قیامت کے درمیان ایک واسطہ ہے جو قیامت سے متصل ہے۔ اسلام کی ایک اہم تعلیم آدمی کی شان کو پہچنوانا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ خود اپنے کو پہچانے جو دیگر تمام موجودات سے جداگانہ اور رب العالمین کی بخشش وکرامت کی منزل ہے[1] خداوند عالم انسان کی ہستی پر لطف عنایت فرماتا ہے، ہر چیز آدمی پر قربان ہے اور یہی غرض آفرینش ہے۔ قرآن مجید نے اس مطلب کی بار بار صراحت کی ہے۔ شیخ بہائی علیہ الرحمہ نے کیتنے لطیف انداز میں کہاہے کہ (ترجمہ)

اۓ دائرہ امکان کے مرکز، اے عالم کون ومکان کے جوہر!
تو جواہر ناسوتی کا بادشاہ ہے، تو مظاہر لاہوتی کا آفتاب ہے۔
سیکڑوں فرشتے تیرے لیے چشم براہ ہیں۔ تو یوسف مصر ہے چاہ سے باہر آجا۔
تاکہ ملک وجود کا حکمراں ہوجائے، اور تخت وجود کا سلطان بن جائے[2]

برزخ، وسیع تر زندگی کا عالم

قرآن مجید نے حیات انسانی کو ایک بلند تر اور مستقل زندگی قرار دیا ہے اس موت کے بعد عالم برزخ ہے[3]۔ برزخ واسطے کے معنی میں ہے یعنی ایک ایسا عالم جو عالم مادّی اور عالم آخرت کے درمیان ہے جس وقت

---

[1] ولقد کرمنا بنی آدم۔ سورۂ اسراء آیت ۷۰

[2] کتاب ولایت ص۲۰۲

[3] ومن ورائهم برزخ الی یوم یبعثون۔ سورۂ مومنون۔ آیت ۱۰۰

روح اس قالب سے جدا ہوتی ہے تو ایک دوسرے عالم میں داخل ہوتی ہے۔ سورۂ تبارک کے آغاز میں ارشاد خداوندی ہے کہ: "وہ خدا جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا ہے"[1]

یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم اس آیت میں تاویل کی کوشش کریں۔ (اور خلق کو قدر کے معنی میں لیں اور کہیں کہ خدا نے موت اور زندگی کو مقدر فرمایا ہے) موت کوئی امر عدمی نہیں بلکہ امر وجودی ہے، یعنی آدمی کی روح کا تکامل یعنی مادّی قالب سے روح کی رہائی، یعنی قفس جسم سے جان کی آزادی اور عالم مادّی کی قید وبند سے خلاصی، یعنی انسان کی تکمیل اور اس کا اعمال کے نتیجے تک پہنچنا۔[2]

عالم برزخ میں مومن کے ورود کا جشن

دو بزرگ عالموں کے حالات میں ذکر ہوا ہے کہ انھوں نے آپس میں قول وقرار کیا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو شخص پہلے دنیا سے جائے وہ عالم برزخ میں اپنے حالات سے دوسرے کو خواب میں مطلع کرے۔ جب انمیں سے ایک کا انتقال ہوا تو ایک مدت کے بعد وہ اپنے رفیق کے خواب میں آئے۔ انھوں نے پوچھا کہ تم نے اتنے دنوں تک کیوں مجھے یاد نہیں کیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ: یہاں ہم لوگ ایک بڑا جشن منا رہے تھے جس میں میں مصروف رہا۔ انھوں نے کہا جشن کس لیئے؟ تو جواب ملا، کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ شیخ انصاری دنیا سے رحلت کر کے یہاں آئے ہیں لہٰذا یہاں چالیس شب وروز کا جشن ہے

---

[1] الذی خلق الموت والحیٰوۃ ...... سورۂ ملک آیت ۲

[2] کتاب ولایت ص ۲۱۴

عذاب برزخ مقدار گناہ کے مطابق

فیومئذ لا یسئل عن ذنبه انس ولا جان، فبای آلاء ربکما تکذبان، یعرف المجرمون بسیماهم فیؤخذ بالنواصی والاقدام. فبای آلاء ربکما تکذبان (لا بشئ من آلائك ربّ اکذّب)۔ (یعنی اس روز نہ کسی انسان سے اس کے گناہ کے بارے میں پوچھا جائیگا نہ کسی جن سے۔ تو تم دونوں اپنے مالک کی کس کس نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ گنہگار لوگ تو اپنے چہروں ہی سے پہچان لیے جائیں گے۔ بس وہ پیشانیوں اور پانوؤں سے پکڑ لیے جائیں گے۔ (اور جہنم میں ڈالدیے جائیں گے)، آخر تم دونوں اپنے پروردگار کی کس کس نعمت سے انکار کرو گے؟۔ مترجم)۔ ان آیات مبارکہ میں گفتگو یہ ہے کہ رفع تناقض یا تعدد مکاں کی صورت میں ہے کہ پہلے موقف میں کسی سے ان کے گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جاتا، اسلیے کہ وہ دہشت اور وحشت کا موقف ہوتا ہے۔ اور سوال و حساب کا موقف اس کے بعد آتا ہے۔ یا تناقض رفع کرنے کی دوسری صورت اشخاص کے تعدد میں ہے کہ روز قیامت شیعوں سے ان کے گناہوں کی بازپرس نہ ہوگی کیونکہ وہ توبہ کے ساتھ دنیا سے گئے ہیں۔ یا برزخ میں اپنے گناہ کی مقدار کے مطابق عذاب جھیل چکے ہیں۔ اور اس موضوع میں متعدد روایتیں منقول ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہوگا کہ گناہ کیسا ہے؟ بعض گناہ ممکن ہے ایک سال تک اور بعض ایک ہزار سال تک معطلی کے باعث ہوں۔ یا مثلاً حق الناس ہو کہ واقعاً اس سے ڈرنا چاہیئے۔ اس کی مناسبت سے ایک واقعہ پیش کر رہا ہوں۔

حق الناس کیلئے برزخ میں ایک سال کی سختی

مرحوم حاجی نوری نے دارالسلام میں اصفہان کے ایک بزرگ عالم جلیل سید محمد صاحب مرحوم سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا، میں نے اپنے باپ کی وفات کے ایک سال بعد ایک رات انھیں خواب میں دیکھا اور ان سے حال دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ، میں اب تک گرفتار تھا لیکن اب آرام سے ہوں میں نے تعجب کے ساتھ پوچھا کہ آپ کی گرفتاری کا سبب کیا تھا؟ تو فرمایا کہ میں مشہدی رضا سقا کے اٹھارہ قران (ایران کا ایک سابق چھوٹا سکہ جسے اب ریال کہتے ہیں) کا مقروض تھا لیکن انکی ادائیگی کی وصیت کرنا بھول گیا تھا لہٰذا جس وقت سے مجھ کو موت آئی ہے اب تک مصیبت میں گرفتار تھا، لیکن کل مشہدی رضا نے مجھے معاف کر دیا ہے اس وجہ سے اب راحت میں ہوں۔

جناب سید محمد نے یہ خواب دیکھنے کے بعد نجف اشرف سے اصفہان میں اپنے بھائیوں کو لکھا کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے اس کی تحقیق کرو اگر میرا باپ کسی کا قرضدار ہے تو اسے ادا کر دو! چنانچہ انھوں نے سقائے مذکور کو تلاش کر کے اس سے صورتحال دریافت کی، اس نے کہا، ہاں، میرے اٹھارہ قران ان کے ذمے واجب الادا تھے لیکن مرحوم کی وفات کے بعد میرے پاس اس کی کوئی سند نہیں تھی۔ لہٰذا مطالبہ نہیں کیا کیونکہ اس سے کوئی نتیجہ نہ ہوتا یہاں تک کہ اسی طرح ایک سال گذر گیا تو میں نے سوچا کہ باوجود یہ کہ سید نے یہ کوتاہی کی کہ مجھے سند نہیں دی اور وصیت بھی نہیں کی لیکن میں انکے جد کی خاطر انھیں معاف کرتا ہوں تاکہ وہ اذیت میں مبتلا نہ رہیں۔

ان مرحوم کے فرزندوں نے وہ اٹھارہ قران ادا کرنے کی کوشش

کی لیکن مشہدی رضا نے قبول نہیں کیا اور کہا کہ جو چیز میں معاف کر چکا ہوں اُسے نہیں لے سکتا۔

غرض یہ کہ برزخ کی معطلی گناہ اور حق الناس کی نوعیت سے وابستہ ہے لیکن بہرحال شیعان علیؑ برزخ میں پاک ہو جاتے ہیں ۔[1]

تمام شد

بار اول	اپریل ۱۹۹۳ء
بار دوم	اپریل ۱۹۹۴ء
بار سوم	ستمبر ۱۹۹۷ء

مطبوعہ :-

اے بی سی آفسٹ پریس، دہلی

[1] کتاب بہشت جاوداں ص ۲۸۷

عرضِ ناشر

الحمد لاھلہ والصّلوٰۃ علیٰ اھلھا

بحمد اللہ بفضلِ پروردگارِ عالم اور بعنایات ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نصیحت و عبرت سے پُر کتاب "عالمِ برزخ" تیسری بار زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی ہے جو اس کی انتہائی مقبولیت کی دلیل ہے شہید محراب آیۃ اللہ دستغیبؒ کی دیگر کتابیں بھی اسی طرح سے انتہائی مفید ہیں جن میں سے متعدد کتابوں کے ترجمے خود ادارۂ اصلاح سے شائع ہو چکے ہیں ہمارے سامنے بہت سی کتابوں کی اشاعت کا منصوبہ ہے وسائل کی کمی کی وجہ سے آہستہ آہستہ یہ سلسلۂ اشاعت جاری ہے۔ ہمیں امید ہے کہ غیبی امداد اور مومنین کے تعاون سے انشاء اللہ کام کی رفتار میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ بیشتر توانائی اور وقت "ماہنامہ اصلاح" کی اشاعت پر صرف ہو جاتا ہے۔

والسلام

سید محمد جابر جوراسی

مدیر ماہنامہ اصلاح لکھنؤ

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ شہادتِ حسینی

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	عرض مترجم	۲
۱		
۲	مقدمہ حجۃ الاسلام سید محمد ہاشم دستغیب	۳
۳	حقوق ادا نہ کرنے پر عذاب برزخ	۸
۴	وہ گناہ جو برزخ میں گرفتاری کا باعث ہیں	۱۰
۵	شیخ کے قول کے مطابق تین حقوق	۱۰
۶	عالم کی اہانت اور اس کی سخت عقوبت	۱۱
۷	موت کے وقت ہمسایوں سے معافی چاہنا	۱۱
۸	حضرت علی علیہ السلام اور یہودی کی ہمسفری کا لحاظ	۱۲
۹	مظالم صراط میں اور جہنم کے اوپر	۱۳
۱۰	صراط جہنم کے اوپر ایک پل	۱۴
۱۱	تین ہزار سال صراط کے اوپر	۱۴
۱۲	صراط میں عقائد اور اعمال کا نور	۱۵
۱۳	یہ طویل راستہ بغیر نور کے کیوں کر طے ہوگا	۱۵
۱۴	صراط بھی شعور رکھتی ہے	۱۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵	وحشتناک اور سچے خواب	۱۷
۱۶	کون ساری زندگی صراط پر مستقیم ہے؟	۱۸
۱۷	تشخیص بال سے زیادہ باریک اور عمل تلوار سے زیادہ تیز	۱۹
۱۸	ہر شخص کو جہنم سے صدمہ پہونچے گا	۱۹
۱۹	آخرت کے مطالب تصور کے قابل نہیں	۲۰
۲۰	آتش جہنم مومن کی دعا پر آمین کہتی ہے	۲۱
۲۱	جہنم کہتا ہے ابھی میرے پاس جگہ ہے	۲۱
۲۲	دوزخ میں عذاب کے درجے مختلف ہیں	۲۲
۲۳	تین ہزار سال تک پھونکنے کے بعد آتش دوزخ	۲۳
۲۴	زقوم حنظل سے بھی زیادہ تلخ	۲۴
۲۵	کھولتا ہوا پانی جو چہرے کے گوشت کو گلا دیتا ہے	۲۵
۲۶	مومنین یقین کرتے ہیں	۲۵
۲۷	دوزخیوں کا لباس آگ کا ہوگا	۲۶
۲۸	خوف آتش سے حضرت علی علیہ السلام کے نالے	۲۶
۲۹	عذاب جہنم کے چند نمونے	۲۷
۳۰	دوزخیوں کے سر پر جہنم کے گرز	۲۷
۳۱	اہل سلم جہنم میں نہیں جائیں گے	۲۸
۳۲	ان کے دلوں کی طرح ان کے سخت اجسام	۲۸
۳۳	آخرت میں باطن کا غلبہ ظاہری صورت پر	۲۹

مفید کتابیں

مفید و کار آمد، دلچسپ و سبق آموز معلوماتی یہ کتابیں
ادارۂ اصلاح میں دستیاب ہیں تاجران کتب کے لئے رعایت

سیرت فاطمۃ الزہرا ؑ ۔ جسٹس سلطان مرزا دہلوی مرحوم (دوسرا اڈیشن) 35/-
سچے واقعات ۔ آیۃ اللہ دستغیب شہید ؒ ۔ ترجمہ مولانا محمد باقر جوراسی 35/-
عالم برزخ 〃 〃 〃 (تیسرا ایڈیشن) 20/-
امام قائم ؑ العلائم ؑ 〃 〃 〃 30/-
حیرت انگیز واقعات 〃 〃 〃 45/-
عبد صالح ۔ (مختصر حیات امام موسیٰ کاظم ؑ) مدیر اصلاح 5/-
انتخاب رہبر کامل ۔ مولفہ رحمت علی مرحوم (اقوال امیر المومنین ؑ) 5/-
ایران و عراق کا عظیم سفر ۔ مولانا محمد داؤد دہلوی 20/-
عقیدت کے پھول ۔ (قصائد) 〃 〃 〃 15/-
اسلام میں ناری کے ادھیکار (ہندی) آیۃ اللہ مطہری ؒ (پہلی جلد) 15/-

---

ان کے علاوہ دیگر کتابیں اور، ماہنامہ اصلاح بھی اس ادارہ سے حاصل کریں۔ سال میں دو خصوصی شماروں کے ساتھ ۱۔ حسینی جنتری ۲۔ محرم نمبر۔

(ملنے کا پتہ)

فون ۲۶۱۹۵۴

ادارہ اصلاح مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روڈ لکھنؤ ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالمِ برزخ

ترجمہ کتاب "برزخ" مؤلفہ شہید محراب
آیت اللہ سید عبدالحسین دستغیب طاب ثراہ

مترجم

الحاج مولانا سید محمد باقر باقری جورراسی مدظلہ

نگران اصلاح

مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روڈ لکھنؤ ۳-۲۲۶۰۰
فون :- 26196
باہتمام :- عباس بک ایجنسی درگاہ حضرت عباس رستم نگر لکھنؤ
فون :- 26056
قیمت :- 20

HYDERI KUTUB KHANA
14/15, Mirza Ali Street